عنبر ناگ ماریا (24)
زہریلی بانسری
PDFBOOKSFREE.PK
اے حمید

سنو پیارے بچو!

آدھی رات کو موورتی چور شاہی محل میں سونے کی مورتی چرانے کے لیے پہنچتا ہے۔۔ پکڑا جاتا ہے۔ بادشاہ ھفومانچو اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اڑا دیتا ہے۔ وحشی ہُن قبائل کی جاسوسہ ورشا شاہی محل میں نوکرانی بن کر جاسوسی کر رہی ہے۔ وحشی منگول حملہ کرنے والے ہیں۔ ورشا جاسوسہ چین کے شہزادے کو ہلاک کرنے کے لیے ایک زہری سانپ کو اس کے کمرے میں چھوڑ دیتی ہے۔ خود بانسری بجاتی ہے۔ سانپ بانسری کی آواز سن کر کمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

www.urdurasala.com

شاہی چور

مورتی آدھی رات کو شاہی محل کی طرف چل پڑا۔

دل میں اس کے یہ دھڑکا ضرور لگا تھا کہ کہیں ماریا اس کا پیچھا نہ کر رہی ہو یا اس نے کسی طریقے سے شاہی محل والوں کو اس کی چوری کے بارے میں خبردار نہ کر دیا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں شہر کی گلیوں میں دیواروں کے ساتھ لگ لگ کر جا رہا تھا۔ ہر موڑ پر وہ پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا اور کان لگا کر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سننے کی کوشش کرتا کہ کہیں ماریا غائب ہو کر اس کے پیچھے پیچھے تو نہیں آ رہی۔ اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ ماریا اس کے تعاقب میں نہیں ہے۔ شہر سے باہر نکل کر وہ شاہی محل کی جانب بڑھنے لگا۔ ایک کھائی میں اس نے گھوڑے کو باندھ رکھا تھا گھوڑے پر سوار ہو کر وہ جھیل کے اوپر سے ہو کر شاہی محل کے عقب میں آ گیا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس نے دیوار میں ایک جگہ سوراخ کر رکھا تھا جسے جھاڑیوں میں چھپا دیا گیا تھا۔ مورتی نے ذرا دور ہی درختوں میں گھوڑے کو باندھ دیا اور دبے پاؤں رسی اور جھولا لے کر محل کی دیوار کے سوراخ کی طرف بڑھنے لگا۔ رات بڑی اندھیری تھی شاہی محل میں کہیں کہیں شمعیں جل رہی تھیں۔ مورتی نے آگے بڑھ کر سوکھی شاخوں کو ایک طرف ہٹایا اور تیزی کے ساتھ سوراخ میں سے گزر کر شاہی محل کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ شاہی محل کے اندر کا سارا نقشہ اس کے ذہن میں تھا۔ وہ چھپتا چھپاتا پہلے روز والی جگہوں کی بجائے دوسرے مقامات سے ہوتا ہوا اس بارہ

دری کے پاس آگیا جہاں خزانہ تھا۔ کل رات کی طرح آج بھی خزانے کے کمرے کے باہر پہرہ لگا تھا اور چار سپاہی مسلسل گشت کر رہے تھے۔ مورتی نے بے ہوش کر دینے والی دوائی رومال میں ٹپکا کر اسے ہاتھ میں تھاما اور پہلے نمبر پر آنے والے سپاہی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اندھیرے میں چھپا کھڑا تھا۔ سپاہی گشت کرتا ہوا اس کے قریب سے گزرنے لگا تو اس نے رومال اس کے ناک پر رکھ دیا۔

دوائی کی تیز بو سے سپاہی اسی وقت بے ہوش ہو گیا۔ مورتی نے اسے اندھیرے میں کھینچ کر اس کا لباس خود پہنا' تلوار لگائی اور پہرے دار سپاہی بن کر گشت کرنے لگا۔ گشت لگاتے لگاتے جب وہ خزانے کے کمرے کے پاس سے گزرا تو اس نے دروازہ کو دھکا دے کر کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں صرف ایک شمع روشن تھی جس کی دھندلی روشنی میں مورتی نے ایک طرف صندوق کے اوپر سانپ کے بت کو بیٹھے دیکھا۔ مورتی سمجھ گیا کہ یہ لکشمی دیوی کے سانپ کا بت ہے۔ وہ ایک طرف سے سیڑھیاں اتر کر نیچے تہہ خانے میں چلا گیا۔ یہاں ایک سپاہی پہرے پر موجود تھا۔ مگر مورتی کی خوش قسمتی سے وہ اونگھ رہا تھا۔ اس کا سر دیوار کے ساتھ لگا تھا۔ مورتی نے بڑی آسانی کے ساتھ اس کے ناک پر بھی بے ہوش کرنے والی دوائی والا رومال رکھ کر اسے بھی بے ہوش کر دیا۔ اب اُس کا راستہ صاف تھا۔

وہ نقشے کے مطابق تہہ خانے کی دیوار کے اندر لگے ہوئے لوہے کے ہینڈل کو گھمانے لگا۔ لوہے کی ہتھی کے گھومتے ہی دیوار میں ایک دروازہ سا نمودار ہو کر اوپر کو اٹھتا چلا گیا۔ ہتھی چھوڑ کر مورتی اندر آ گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کی دیواریں سنگِ مرمر کی بنی ہوئی تھیں۔ اس کے فرش پر سرخ رنگ کا بڑا سا قالین بچھا تھا اور کونے

میں ایک لوہے کی پیٹی رکھی ہوئی تھی۔ مورتی سمجھ گیا کہ یہی وہ صندوق ہے جس میں چین کے شاہی خاندان کے ہیرے جواہرات بند ہیں۔ اس کا دل خوشی اور خوف کے ملے جلے جذبات سے دھڑکنے لگا۔ اس نے اپنے سانس کو درست کیا اور پیٹی کے پاس جا کر اسے موم بتی جلا کر غور سے دیکھنے لگا۔

صندوقچی پر کچھ حروف چینی زبان میں لکھے ہوئے تھے۔ مورتی نے نقشہ نکال کر سامنے رکھ لیا اور اس کے مطابق حروف ملانے شروع کر دیے۔ نقشہ اس قدر درست تیار کیا گیا تھا کہ تھوڑی سی کوشش کے بعد پیٹی کا تالا کھل گیا۔ اس نے تالے کو الگ کر کے ڈھکنا اٹھایا تو اس کی آنکھیں چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ اس کے سامنے چینی بادشاہوں کا جمع کیا ہوا ہیرے جواہرات کا خزانہ موم بتی کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ مورتی کو ڈر تھا کہ اندر کوئی آ نہ جائے۔ اس نے جلدی جلدی سارے جواہرات اپنے جھولے میں ڈال کر کمر کے گرد باندھ لیے اور کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے ہتھی کو اسی طرح گھمایا۔ دروازہ دوبارہ اسی جگہ پر آ گیا اور دیوار ایک دوسرے کے ساتھ مل گئی۔ مورتی دیوار کے ساتھ ساتھ ہوتا تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر اس نے باہر دیکھا۔

پہریدار سپاہی اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ وہ وہاں سے دبے پاؤں چلتا شاہی محل کے صحن میں آ گیا۔ دیوار کا شگاف اس کے بالکل سامنے تھا۔ محل کی دوسری اور تیسری منزلوں پر کافی روشنی ہو رہی تھی۔ وہ سپاہی کے لباس میں تلوار کاندھے پر رکھے شگاف میں سے باہر نکل گیا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہو گیا تھا۔ اس نے ہیرے چوری کر لیے تھے اور اب وہ آزاد تھا۔ اسے کسی نے گرفتار نہیں کیا تھا۔ وہ خوشی خوشی ان درختوں کی طرف

بڑھنے لگا جہاں اس نے اپنے گھوڑے کو باندھ رکھا تھا۔

وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتا ہوا شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب رات کافی گزر چکی تھی۔ شہر پر اسی طرح سناٹا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اندھیری گلیوں اور بازاروں سے ہوتا ہوا پرانی گلی کے مکان میں آ گیا۔ اس کے ساتھی نے جب مورتی کو دیکھا کہ وہ شاہی جواہرات چوری کر کے لے آیا ہے تو بے حد حیران ہوا۔ کیونکہ یہ بہت ہی مشکل کام تھا۔ اس نے کہا:

"مورتی، تم نے بڑی جرأت سے کام لے کر ہیروں پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ صبح ہوتے ہی شاہی محل میں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ شاہی ہیرے چوری ہو گئے ہیں، ہر طرف شور مچ جائے گا۔ بادشاہ کا غضب سارے شہر پر نازل ہوگا۔ گھر گھر کی تلاشی لی جائے گی۔ نہ جانے کتنے بے گناہوں کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔ اس لیے میرے خیال میں تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم جتنی جلدی ہو سکے راتوں رات شہر سے نکل جاؤ۔"

مورتی نے کہا:

"تمہاری سب باتیں ٹھیک ہیں۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اگر میں یہاں سے نکل بھی جاؤں تو دیوار چین کس طرح پار کروں گا۔ وہاں چینی سپاہیوں کو بھی خبر مل جائے گی کہ شاہی ہیرے چوری ہو گئے ہیں۔ وہ ایک ایک مسافر کی بار بار تلاشی لیں گے اور اس کے سامان کی پڑتال کریں گے۔ ایسی حالت میں میرا وہاں سے نکلنا بہت مشکل بات ہو گی اور وہ لوگ ضرور مجھے پکڑ کر بادشاہ کے حوالے کر دیں گے۔"

ساتھی نے پوچھا:

"پھر کیا کیا جائے؟"

مورتی نے کہا:

”میرا خیال ہے کہ ہیروں کو اسی مکان میں کسی جگہ چھپا دیا جائے اور جب حالات ذرا ٹھنڈے ہو جائیں تو چین سے فرار ہوا جائے۔“

ساتھی بولا:

”یہاں ہیروں کو تم کسی جگہ پر نہیں چھپا سکتے۔ اس لیے کہ بادشاہ کے سپاہی ہر گھر کے کمرے کی تلاشی لیں گے اور وہ زمین کو کھود کر بھی دیکھیں گے۔ میری مانو تو اس اندھیرے میں ہی یہاں سے نکل جاؤ اور باقی وقت کسی جنگل میں بسر کرو اور پھر کسی رات کو کسی ویران اور نامعلوم مقام پر سے کمند مار کر دیوار چین کو عبور کرنے کی کوشش کرو۔“

مورتی سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے ساتھی کا مشورہ بھی ٹھیک تھا۔ وہاں رہ کر اس کے پکڑے جانے اور دردناک موت مرنے کا خطرہ بہت زیادہ تھا۔ جنگل میں وہ کسی نہ کسی جگہ پر چھپ کر اپنا بچاؤ کر سکتا تھا اور پھر وہ دیوار چین کے ساتھ ساتھ چل کر کسی ویران مقام پر سے پہریداروں کی نظریں بچا کر کمند کی مدد سے دیوار کے دوسری طرف جا سکتا تھا۔ اس نے بہتری اسی میں سوچی کہ اس سے پہلے کہ شاہی محل میں ہیروں کی چوری کا شور مچ جائے اور شہر پر قیامت ٹوٹ پڑے وہ کیتھے کے شہر سے بھاگ جائے۔

مورتی بولا:

”بہت اچھا دوست! میں یہاں سے ابھی کوچ کرتا ہوں۔ میں یہاں رہ کر تمہاری زندگی بھی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔“

مورتی اسی دم گھوڑے پر سوار ہوا۔ تھوڑا بہت کھانے کا سامان ساتھ رکھا اور کیتھے شہر کی ویران اور سنسان گلیوں بازاروں سے ہوتا ہوا باہر نکل آیا۔ شہر سے باہر آتے ہی اس نے گھوڑے کو اس سڑک پر ڈال دیا جو ہرے بھرے کھیتوں اور درختوں کے درمیان سے ہوتی ہوئی دیوار چین کی طرف چلی گئی تھی۔ وہ ساری رات سفر کرتا رہا۔ صبح کے

وقت وہ ایک چھوٹے سے دریا کے لکڑی کے پل سے گزرا تو دائیں
جانب ایک جنگل شروع ہو گیا۔ وہ تھک گیا تھا؛ چنانچہ ایک جگہ آرام
کرنے کے لیے رک گیا۔

دوسری طرف صبح ہوئی تو پہریدار سپاہی کو ہوش آیا۔ اس نے دیکھا
کہ ذرا فاصلے پر شاہی جواہرات کے کمرے والا پہرے دار بھی بے
ہوش پڑا تھا۔ اس نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔
ہوش میں آنے کے بعد دونوں ہتھی گھما کر کمرے میں آئے تو سامنے
شاہی جواہرات کا صندوق خالی پڑا تھا۔ خوف کے مارے ان میں
سے ایک کمزور دل سپاہی تو اسی وقت بے ہوش ہو کر دھڑام سے فرش
پہ گر پڑا۔ دوسرا سپاہی اسے بے ہوش ہی چھوڑ کر باہر بھگا۔ اس نے
باہر آکر شور مچانا شروع کر دیا۔

"ہیرے چوری ہو گئے۔ شاہی خزانے کے ہیرے چوری ہو
گئے۔"

محل میں ہر طرف ہاہا کار مچ گیا۔ سارے محل کے پہرے دار
خزانے کے کمرے کی طرف بھاگے۔ بادشاہ فوما نچو کو جب یہ بھیانک
خبر ملی تو وہ تخت پر بیٹھے بیٹھے لرز گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔
اس نے اپنی تلوار درمیان سے کھینچی اور اسے دیوار پر مار کر چیخا۔

"رات ہونے سے پہلے پہلے اگر چور کو ہیروں سمیت گرفتار کر
کے میرے سامنے نہ لایا گیا تو میں فوج کے سپہ سالار اور اس کے بیوی
بچوں کو زندہ دیوار میں چنوا کر دیوار کو آگ لگا دوں گا۔"

فوج کا سپہ سالار تو کانپ کر رہ گیا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ
بادشاہ فوما نچو مذاق میں نہیں کہہ رہا۔ اگر اس نے چور اور ہیرے نہ
پکڑے تو بادشاہ واقعی اسے اور اس کے بال بچوں کو زندہ دیوار میں
چنوا دے گا۔ اسے لوگوں کی زبردست حمایت حاصل تھی۔ لوگ بادشاہ

کو ظالم ہونے کے باوجود خدا کا آسمانی دیوتا سمجھ کر اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کی ہر بات پتھر پر لکیر بن جاتی تھی اور لوگ اسے آسمانی بات سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے تھے۔ سپہ سالار نے اپنی فوج کے ایک قابل اور برق رفتار دستے کو طلب کیا اور اسے کہا کہ وہ شہر سے باہر دیوار چین کی طرف روانہ ہو جائے۔ راستے میں ہر مسافر کی تلاشی لے۔ دیوار چین کے تمام سپاہیوں کو چوری کے بارے میں خبردار کر دے۔ راستے میں کسی جگہ بھی رک کر قیام نہ کرے۔ دستہ اسی وقت تیز طرار گھوڑوں پر سوار ہو کر بجلی کی طرح اڑتا ہوا شہر سے باہر نکل گیا۔

دوسری طرف اس نے سارے شہر کو گھیرے میں لے لیا۔ لوگوں کو شہر سے باہر جانا اور باہر سے کسی آدمی کا شہر میں آنا بند کر دیا گیا۔

ہزاروں کی تعداد میں فوج نے گھر گھر کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ کیتھے کے گلی کوچوں میں مکانوں کے فرش کھودے جانے لگے۔ ہر کوئی پریشان تھا کہ کسی نے ہیرے چرا کر ان کے گھر میں ہی دفن نہ کر دیے ہوں۔ دوپہر تک آدھے سے زیادہ شہر کے مکانوں کو کھود کر رکھ دیا گیا۔ ہزاروں لوگوں کی بار بار تلاشی لی جا چکی تھی۔ دوسری طرف شاہی فوج کا برق رفتار دستہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا سڑک پر سفر کر رہا تھا۔ راستے میں سپاہی کھیتوں اور جنگل میں پھیل گئے تھے۔ انہیں جہاں کہیں بھی کوئی کسان' کوئی لکڑہارا' کوئی گڈریا اور کوئی مسافر دکھائی دیتا وہ اسے روک کر اس کی تلاشی لیتے اور پھر آگے کو اٹھ دوڑتے۔

موتی بھی سڑک کے کنارے سے ذرا ہٹ کر ایک جنگل میں آرام کر رہا تھا۔ وہ ساری رات کا جاگا ہوا تھا۔ اس لیے اسے نیند آ گئی تھی۔ شاہی فوج کے سپاہی بغیر رکے بڑی تیزی سے سفر کرتے آ رہے تھے۔ اس لیے وہ اس جنگل میں بھی پہنچ گئے جہاں ایک جگہ

جھاڑیوں کے پیچھے موتی چور ہیروں کا جھولا اپنے نیچے رکھے گہری نیند سو رہا تھا۔ غافل چور کو بالکل جاگ نہ آئی۔ شاہی فوج تین ٹکڑیوں میں بٹ کر سفر کر رہی تھی۔ دو دستے سڑک کے دائیں بائیں چل رہے تھے اور ایک دستہ سڑک کے درمیان میں سفر کر رہا تھا۔ بائیں طرف والے سپاہی جنگل میں دائیں بائیں تیز نظروں سے دیکھتے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے ناک انسان کی بو کو سونگھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

گھوڑوں کی آواز سے موتی کی آنکھ کھل گئی۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور جھاڑیوں میں چھپ کر شاہی فوج کے دستے کو ایک قطار میں جنگل میں سے گزرتا دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ ہیروں کی چوری کا سب کو علم ہو گیا ہے اور یہ سپاہی اس کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔ وہ جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی طرف سے بالکل محفوظ ہو کر بیٹھا تھا کہ اسے اپنے پیچھے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔ موتی نے چونک کر پیچھے دیکھا اس کی تو جان ہی نکل گئی۔ ایک خونخوار چہرے والا سپاہی اسے گھور رہا تھا۔

"کون ہو تم؟"

موتی نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"حضور سرکار! میں ایک مسافر ہوں۔"

سپاہی نے بگل بجا کر باقی سپاہیوں کو بھی وہاں طلب کر لیا۔ اب تو موتی کے جسم کا خون سرد پڑنے لگا۔ موت اس کے سر پر آن پہنچی تھی۔ ہیروں کا جھولا اس کی کمر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے اسے گھیرے میں لے لیا تھا۔ سردار نے کہا:

"اس کی تلاشی لی جائے۔"

فوراً! دو سپاہی گھوڑے پر سے اترے اور انہوں نے موتی کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ وہاں زیادہ تلاشی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

دوسرا ہاتھ مارنے پر ہی انہوں نے جھولا اس کی کمر سے کھول کر پکڑ لیا۔

"اس میں کیا ہے؟"

موری چور نے ہکلاتے ہوئے کہا:

"اس میں۔۔۔اس میں۔۔۔کہ۔۔۔کہ۔۔۔کچھ نہیں سرکار۔"

سپاہیوں نے جھولے کو کھولا تو دنگ رہ گئے۔ خوشی سے ان کی چیخ نکل گئی۔ شاہی ہیرے مل گئے تھے۔ انہوں نے بگل بجا کر دوسرے دستے والوں کو اطلاع کر دی کہ چوری کا مال مل گیا ہے۔ تمام کے تمام سپاہی وہاں آن موجود ہوئے۔ اس وقت موری چور بے ہوش ہو کر زمین پر گر چکا تھا۔

کالا جادوگر

سپاہی موری چور کو لے کر واپس کیتھے کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ اسی سڑک پر جا رہے تھے جس سڑک کر ماریا گھوڑے پر سوار دیوار چین کی طرف آ رہی تھی۔ اسے عنبر اور تنگ کی تلاش تھی، جو چینی لڑکی کو لے کر شنگھائی پہنچ گئے تھے۔ سپاہیوں نے موری کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ اب اسے ہوش آ گیا تھا۔ اسے موت اپنے سامنے نظر آ رہی تھی۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے اب موت سے نہیں بچا سکتی تھی۔ اس کا رنگ زرد تھا اور دل خوف سے لرز رہا تھا۔ اس نے جرم بھی بہت بڑا کیا تھا۔۔۔۔ چوری کرنا بہت بڑا جرم ہے اور پھر شاہی محل کے ہیرے چوری کرنا ایک ایسا جرم تھا جسے کوئی معاف نہیں کر سکتا تھا۔ سپاہی بڑی سڑک پر چین کے دارالحکومت کیتھے کی طرف

بڑھے جا رہے تھے کہ راستے میں ماریا نے انہیں دیکھا۔ ماریا کیتھے کی طرف سے دیوارِ چین کی طرف آ رہی تھی۔

ماریا سپاہیوں کو دیکھ سکتی تھی جب کہ سپاہی ماریا کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا۔ ماریا کو جادو کے ذریعے غائب کر دیا گیا تھا۔ ماریا ایک جگہ سڑک کے کنارے کھڑی ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ سپاہیوں نے موریتی کو زنجیروں میں جکڑ کر گھوڑے پر باندھ رکھا ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ موریتی شاہی ہیروں کی چوری کے سلسلے میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ اس کے انجام سے واقف تھی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بھی موریتی چور کو بچانے کے بارے میں نہ سوچا؛ حالاں کہ اگر وہ چاہتی تو اسے سپاہیوں کے چنگل سے چھڑا سکتی تھی۔ وہ غائب تھی اور غائب رہ کر وہ بہت کچھ کر سکتی تھی۔ مگر اس نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ چور کو اس کی چوری اور گنہگار کو اس کے گناہ کی سزا ملے۔ وہ سڑک کے کنارے درخت کے نیچے گھوڑے پر بیٹھی موریتی کو زنجیروں میں جکڑے سپاہیوں کے ساتھ جاتے دیکھتی رہی۔

جب وہ چلے گئے تو ماریا نے اپنے گھوڑے کو پھر سے سڑک کر ڈال دیا اور آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

وہ صبح سے سفر کر رہی تھی۔ راستے میں ایک رات اس نے ایک جگہ جنگل میں بسر کی تھی۔ جہاں سے وہ صبح منہ اندھیرے اٹھ کر چل پڑی تھی۔ چلتے چلتے اسے پھر شام ہوگئی اور بھوک نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بھوک مٹانے کے علاوہ ایک اور سوال کسی جگہ رات بسر کرنے کا تھا۔ اس کے ارد گرد دیا تو میدان تھے جن میں گھاس اگا تھا اور یا کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ تھے۔ دور ایک مقام پر اسے بانس کے جھونپڑے سے دھواں نکلتا نظر آیا۔ اس نے سوچ کہ وہاں ضرور کوئی نہ کوئی رہتا ہوگا۔ وہ اس جھونپڑے کی طرف چل پڑی۔

جھونپڑے کے قریب آ کر اسے معلوم ہوا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ جھونپڑی کا آدھا دروازہ کھولا تھا۔ اس نے گھوڑے کو ایک طرف آڑ میں باندھا۔ اس کے نیچے اترتے ہی گھوڑا ظاہر ہو گیا۔ یعنی وہ اب غائب نہیں رہا تھا بلکہ سب کو نظر آ سکتا تھا۔ ماریا جھونپڑے کے پاس آ کر رک گئی۔ اس نے جھونڑی کے ادھ کھلے دروازے میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ بڑی حیران ہوئی کہ وہاں کوئی عورت یا مرد نہیں تھا۔ جھونپڑی بالکل خالی تھی۔ اینٹوں کے بنے ہوئے چولہے میں آگ جل رہی تھی آگ پر کڑاہی میں گرم پانی ابل رہا تھا۔

ماریا جھونپڑی کے اندر داخل ہو گئی۔ یہاں کسی قسم کا کوئی خاص سامان نہیں تھا۔ زمین پر بانس کی ایک چارپائی بچھی تھی۔ کونے میں بانس کی تپائی لکڑی کے پیالے اور مٹی کا گھڑا پڑا تھا۔ چولہے کے پاس تختے پر جوار کی دو روٹیاں اور نمک کی ڈلی رکھی تھی۔ ماریا کو اور تو کچھ نہ سوجھا۔ اس نے روٹی کھانی شروع کر دی۔ نمک کے ساتھ روٹی کھا کر اس نے ٹھنڈا پانی پیا اور چارپائی پر لیٹ کر سوچنے لگی کہ جس نے یہ آگ جلائی ہے وہ کہاں ہے؟ اس نے اٹھ کر ادھر ادھر کھڑکی میں سے جھونپڑی کے باہر بھی دیکھا' وہاں نہ آدم نہ آدم زاد تھا۔ ہر طرف جنگل اور راجاڑ سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر کسی غریب لکڑہارے کا ہے۔ کونے میں ایک کلہاڑی بھی پڑی تھی۔

ماریا پھر چارپائی پر آ کر لیٹ گئی۔ شام ڈوب چکی تھی اور اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ ماریا نے اٹھ کر مشعل کو روشن کر دیا۔ مشعل کی روشنی میں جھونپڑی کی ہر شے صاف صاف نظر آنے لگی۔ ماریا تھکی ہوئی تو پہلے ہی سے تھی۔ لیٹتے ہی اسے اونگھ آ گئی۔ اونگھتے اونگھتے وہ سو گئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی کہ جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر

داخل ہوئے۔ ان میں ایک سپاہی قسم کا آدمی تھا اور دوسرا کوئی جادوگر
معلوم ہوتا تھا۔ کیوں کہ اس کا رنگ سیاہ تھا۔ منہ سر کالے بالوں میں
چھپا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں اور گلے میں سبز منکوں کی مالائیں
تھیں۔ وہ آتے ہی چولہے پر دھری ہوئی کڑاہی کے پاس آ کر
کھڑے ہو گئے۔

جادوگر قسم کے آدمی نے جیب سے کوئی سفوف نکال کر گرم پانی
میں ڈالا تو اندر ایک تیز قسم کی بو پھیل گئی۔ اس تیز بو کی وجہ سے ماریا کی
آنکھ کھل گئی۔ اس نے جو دیکھا کہ دو آدمی چولہے کے پاس کھڑے
ہیں تو وہ چپکے سے چارپائی سے اٹھ کر ان کے ایک طرف ہٹ کر کھڑی
ہو گئی۔ چونکہ وہ غائب تھی اس لیے ان میں سے کوئی بھی اسے نہ دیکھ
سکتا تھا۔ سپاہی قسم کا آدمی بولا:

"اگر تم نے ہمت نہ کی تو مورتی کو قتل کر دیا جائے گا اور جادوگرنی
زرقاب ہیرے سے محروم ہو جائے گی۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والی دوا نہ
بنا سکے گی۔ وہ بھی بوڑھی ہو کر مر جائے گی اور ہم بھی ایک روز بوڑھے
ہو کر مر جائیں گے۔"

جادوگر نے سر ہلا کر کہا:

"گھبراؤ نہیں، یہ جو میں عرق تیار کر رہا ہوں۔ اسے پی کر آدمی
میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ اکیلا بیس آدمیوں کا مقابلہ کر سکے۔
اگر محل کی دیوار سے بھی چھلانگ لگائے تو اسے کوئی چوٹ نہ آئے۔
اب یہ تمہارا کام ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ دوائی مورتی کو دے کر کہو کہ
اسے پی جائے اور پھر سپاہیوں کا مقابلہ کر کے وہاں سے فرار ہو
جائے۔"

سپاہی بولا:

"اور زرقاب ہیرے کا کیا بنے گا؟"

جادوگر نے کہا:

"سب سے پہلے تو ہمیں مورتی کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جب وہ بچ جائے گا تو پھر زرناب ہیرے کو حاصل کرنے کی ایک بار پھر کوشش کی جائے گی۔"

سپاہی نے پوچھا:

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

جادوگر نے کہا:

"تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ فوراً یہ دوائی لے کر کیتھے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تم محل کے سپاہی ہی تمہیں مورتی کی کوٹھڑی میں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر کوئی رکاوٹ ہوئی بھی وہ اسے تم دور کرنے کی کوشش کرنا اور یہ دوائی کو کسی نہ کسی طرح پلا دینا۔ اس کے بعد اسے کہنا کہ وہ تلوار کھینچ کر سپاہیوں کا مقابلہ کرے۔ اس میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ ان سب کو قتل کر کے وہاں سے فرار ہو سکے گا۔ اسے کہنا کہ وہ فرار ہو کر سیدھا اس جھونپڑے میں آ جائے۔ میں اس کا اسی جگہ انتظار کروں گا۔"

سپاہی کہنے لگا:

"تمہیں تو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

جادوگر مسکرا کر بولا:

"نہیں، میں یہاں کے گاؤں میں ایک جادوگر حکیم مشہور ہوں اور دم کر کے اور جڑی بوٹیوں اور تعویذ دھاگے سے ان کا علاج کرتا ہوں۔ ان لوگوں کو ذرا سا بھی شک نہیں ہے کہ میں چوروں کا سردار ہوں اور مورتی کی جان بچانے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہوں۔ بس اب تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔"

"بہت بہتر۔"

یہ کہہ کر سپاہی نے نیلے رنگ کی دوائی لکڑی کی ایک بوتل میں
ڈالی۔ اسے اپنے لباس کے اندر چھپایا اور جھونپڑی سے باہر نکل کر
گھوڑے پر سوار وہاں سے کیتھے کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا نے اسے
روکنے کی کوشش نہ کی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مورتی چور ایک بزدل
شخص ہے اور دوائی پینے کے باوجود وہ لڑ نہ سکے گا اور قابو کر لیا جائے
گا۔ پھر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ مورتی شاہی قید ہے۔ وہ بادشاہ کے
خاص تہہ خانے میں قید ہو گا اور سپاہی اس تک دوائی لے کر نہ پہنچ سکے
گا۔

بہر حال اس نے اسی جھونپڑے میں رات بسر کرنے کا فیصلہ کر
لیا۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ اگر مورتی کی قسمت میں ہے کہ اس کی
جان بچ جائے تو اسے کیا پڑی ہے کہ مورتی کو ہلاک کرتی پھرے۔
اب سوال یہ تھا کہ وہ جھونپڑی میں کہاں سوئے؟ جادوگر کتنے پانی میں
تھا یہ ماریا کو اس بات سے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ اسے جادوگرنی کی
طرح پتہ ہی نہیں چل سکا تھا کہ جھونپڑی کے اندر ماریا غائب حالت
میں موجود ہے۔ وہ بڑے آرام سے جھونپڑی میں ایک طرف گھاس
پر لیٹ گئی اور بڑے غور سے دیکھنے لگی کہ نقلی جادوگر کیا کرتا ہے۔

جادوگر نے سپاہی کے جاتے ہی ایک کٹورے کا ڈھکنا اٹھا کر جو
دیکھا تو جوار کی دونوں روٹیاں غائب تھیں۔ یہ روٹیاں ماریا کھا گئی
تھی۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ ابھی تو وہ روٹیاں وہاں چھوڑ گیا تھا۔ پھر وہ
کہاں چلی گئیں؟ اس نے سر کھجاتے ہوئے سوچا کہ کہیں اس نے کھا
تو نہیں لیں؟ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ روٹی کھائے اور اسے احساس
نہ ہو۔ اس کے علاوہ اسے بھوک بھی اسی طرح لگی ہوئی تھی۔ وہ کسی
فیصلے پر نہ پہنچ سکا کہ روٹیاں کہاں چلی گئی ہیں۔ اس نے ایک صندوق
میں سے سیب اور انگور نکال کر چارپائی پر رکھے اور بیٹھ کر بڑے مزے

سے انہیں کھانے لگا۔ انگور اور سیب دیکھ کر ماریا کے منہ میں بھی پانی بھر آیا۔ وہ چپکے سے اٹھ کر جادوگر کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی۔

اس بات نے ماریا کا حوصلہ بلند کر دیا تھا کہ جادوگر کو اس کی موجودگی کا بالکل احساس نہیں تھا؛ ورنہ جادوگرنی نے تو فوراً اس کی بو سونگھ لی تھی اور ہاتھ پھیلا کر اسے پکڑنے کی کوشش بھی کی تھی۔ جادوگر بڑے مزے سے انگور کھا رہا تھا۔ طشتری میں دو سیب باقی تھے۔ ماریا نے ایک ہاتھ آگے بڑھا کر دونوں سیب اٹھا لیے۔ طشتری میں سے ایک دم سیب غائب ہوگئے۔ جادوگر کی نظر جو طشتری میں پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ دونوں سیب غائب ہیں۔ بڑا تعجب کرنے لگا ابھی تو سیب وہاں رکھے تھے۔ ابھی کہاں چلے گئے؟ اپنا ہاتھ پیٹ پر پھیرا کہ کہیں میں کھا تو نہیں گیا۔ مگر اسے یقین تھا کہ اس نے صرف انگور کھائے ہیں سیب کو تو اس نے ابھی ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

ماریا بڑے مزے سے سیب کھا رہی تھی۔ اب وہ انگوروں کی طرف بڑھی۔ جادوگر نے انگور کے گچھے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ماریا نے اپنا ہاتھ پہلے آگے بڑھا کر انگوروں کا گچھا اٹھا لیا۔ گچھا ماریا کے ہاتھ میں جاتے ہی غائب ہوگیا۔ اب تو جادوگر کی عقل دنگ رہ گئی کہ یا خدا یہ ماجرا کیا ہے۔ وہی ایک دم اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور چاروں طرف غور سے دیکھنے لگا۔ وہ سمجھا کہ کسی مردے کی روح یا کوئی بھوت اندر آگیا ہے جو اس کی چیزیں اٹھا اٹھا کر کھائے جا رہا ہے۔

اس نے آواز دی:

"کون ہو تم؟ کیا تم کوئی جن بھوت ہو؟ کیا تم کسی مردے کی بے چین روح ہو؟ بولو جواب دو۔ نہیں تو میں ابھی جادو کروں گا کہ تمہارے سارے جسم میں آگ لگ جائے گی۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ کوئی

جھوٹ موٹ کا جادوگر ہے اور اس کے جادو کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے جواب میں ماریا بالکل خاموش رہی۔ جادوگر نے پھر آواز دی:

"اے بھوت میں تمہیں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میرے سامنے ظاہر ہو جا۔ نہیں تو میں تمہیں منتر پھونک کر ہلاک کر ڈالوں گا۔"

اس کے جواب میں ماریا نے لکڑی کی طشتری اٹھا کر زور سے جادوگر کے پیٹ پر دے ماری۔ جادوگر پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"ارے ظالم مار ڈالا۔ اچھا بابا' میں تمہیں کچھ نہیں کہتا۔ تمہاری جو مرضی ہے کرنا۔ میری جان چھوڑ دے۔"

ماریا ہنس پڑی۔ اس کی آواز سن کر جادوگر بولا:

"تو کوئی عورت ہے؟ تو ضرور کوئی چڑیل ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میری اچھی چڑیل' میرا ایک کام کر دے۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے شاہی محل کے خزانے سے زرتاب نام کا ہیرا اڑا کر لا دے۔ میں ساری عمر تمہارا غلام رہوں گا۔"

ماریا نے پہلی بار زبان کھولی اور کہا:

"سن اے احمق جادوگر' زرتاب ہیرا تجھے کبھی نہیں مل سکتا۔ تمہاری جادوگرنی اور تم دونوں اس ہیرے کو زندگی بھر کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔ تم بوڑھے ہو کر مر جاؤ گے۔ اس لیے ہیرے کا خیال چھوڑ دے۔ وہ جو تم نے دوائی بنا کر مورتی کے لیے روانہ کی ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ مورتی چور بادشاہ فومانچو کے عتاب سے بچ نہ سکے گا۔ ممکن ہے کہ تیری دوائی پہنچنے تک اسے قتل کر دیا گیا ہو۔"

جادوگر نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اے چڑیل' مجھے معاف کر دے تو دیوی کے بھید جانتی ہے۔ میرے لیے کیا حکم ہے۔ تو جو مجھے کہے گی میں وہی کروں گا۔"

ماریا نے کہا:

"پہلا کام تو یہ کر اس جھونپڑی سے نکل کر گاؤں میں کسی دوسری جگہ جا۔ صرف صبح کو میرے لیے دودھ اور روٹی لے کر آنا۔۔۔ چل۔۔۔ یہاں سے بھاگ جا۔"

جادوگر نے کہا:

"جو حکم چڑیل خالہ۔"

ماریا نے ڈانٹ کر کہا:

"خبردار! جو مجھے چڑیل خالہ کہا۔ نہیں تو میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔ بھاگ یہاں سے۔۔۔ اور صبح کو میرے لیے دودھ اور روٹی لانا مت بھولنا' سمجھے؟"

"سمجھ گیا بہن' سمجھ گیا۔ میں صبح کو دودھ اور روٹی لے کر حاضر ہو جاؤں گا۔"

جادوگر جھونپڑے سے باہر نکل گیا۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ بلا اس کے سر سے ٹل گئی۔ اس نے جھونپڑی کا دروازہ اندر سے بند کیا اور مشعل بجھا کر بڑے سکون کے ساتھ چارپائی پر لیٹ کر سوگئی۔ اسے یقین تھا کہ جادوگر صبح سے پہلے پہلے اس کی جھونپڑی کا کبھی رخ نہ کرے گا۔ جادوگر ڈر گیا تھا۔ وہ جھونپڑے سے نکل کر سیدھا گاؤں میں آ گیا۔ یہاں ایک اور جادوگر رہتا تھا جو اس سے بڑا جادوگر تھا۔

چھوٹے نے بڑے کو سارا قصہ سنا دیا۔ بڑے جادوگر نے کہا:

"ابھی چل کر میں اس چڑیل کا تیاپانچہ کرتا ہوں۔ چلو میرے ساتھ۔ تم تو بزدل ہو جو ایک معمولی چڑیل سے ڈر گئے۔"

بڑا جادوگر' چھوٹے جادوگر کو لے کر رات کے اندھیرے میں جھونپڑے کی طرف چل دیا۔

شنگھائی سے واپسی

ماریا ابھی جاگ رہی تھی کہ اسے آہٹ سنائی دی۔

وہ چارپائی سے اٹھ کر کواڑ کے سوراخ میں سے باہر دیکھنے لگی۔

رات کے اندھیرے میں ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کیا دیکھتی ہے کہ جادوگر اپنے ایک ساتھی کو لیے چلا آ رہا ہے۔ یہ ساتھی بڑا جادوگر تھا جس کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی اور سر پر اس نے بڑا سیاہ پگڑ باندھ رکھا تھا۔ ماریا سمجھ گئی کہ وہ اسے قابو کرنے آ رہا ہے۔ وہ چوکس ہو کر جھونپڑے کے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ جھونپڑی کا دروازہ دھڑاک سے توڑ دیا گیا اور دونوں جادوگر اندر آ گئے۔ بڑے جادوگر نے اندر آتے ہی تلوار گھما کر کہا:

"اے بدروح چڑیل، تو جہاں کہیں بھی ہے ظاہر ہو جا اور یہاں سے نکل جا؛ ورنہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ مت سمجھنا کہ میں اپنے شاگرد کی طرح ڈر جاؤں گا۔ میں اس کا استاد اور بڑا جادوگر ہوں۔ میرے پاس ایسا منتر ہے کہ اگر پھونک دوں تو تم یہیں بھسم ہو جاؤ گی۔"

ماریا نے سوچا کہ کہیں سچ مچ ہی بڑا جادوگر اسے بھسم نہ کر دے۔ آخر کار وہ کوئی جادوگرنی تو نہیں ہے اور نہ ہی اسے عنبر کی طرح ایسی طاقت حاصل ہے کہ مر نہ سکے۔ پھر اس نے سوچا کہ اس نے یہاں کمزوری دکھائی تو ہو سکتا ہے بڑا جادوگر اسے کبھی معاف نہ کرے اور اس پر غلبہ حاصل کرے۔ اس لیے اسے ہرگز ہرگز کمزوری نہیں دکھانی چاہیے جیسے بھی ہو اسے بڑے اور چھوٹے، دونوں جادوگروں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ بڑے جادوگر نے دیکھا کہ ماریا اس کے سوال کا جواب نہیں دے رہی تو وہ دلیر ہو گیا اس نے قہقہہ لگا کر اپنے شاگرد سے کہا:

"دیکھا برخوردار میرے جادو کا اثر۔ اب بتاؤ کہاں ہے تمہاری

چڑیل؟"

پھر اس نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھا کر اس پر کچھ پڑھا اور زمین پر دوبارہ پھینکا تو وہاں سے آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ ماریا کچھ خوف زدہ سی ہو گئی۔ اب وہ بول کر جادوگر کو یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ کہاں کھڑی ہے۔ اس نے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ سوائے اس کے وہ اور کچھ نہیں کرسکتی تھی کہ کوئی شے اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔ وہ کھسکتی کھسکتی بڑے جادوگر کے پیچھے آ گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے تلوار کی لاٹھی سی پھیر رہا تھا۔ ماریا نے چولہے پر سے ایک پتھر اٹھایا اور زور سے اس کی طرف اچھالا پتھر اس کی تلوار سے ٹکرا کر گر پڑا۔

جادوگر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"پتھر پھینکنے سے کچھ نہیں ہوگا چڑیل کی نانی' اگر ہمت ہے تو میرے سامنے آ کر مقابلہ کر۔ ابھی تجھے جلا کر راکھ کرتا ہوں۔"

چھوٹا جادوگر ڈر کے مارے دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ ماریا اس کے پاس گئی اور پانی والا لکڑی کا جگ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔ چھوٹے جادوگر نے ایک چیخ ماری اور جھونپڑی سے باہر بھاگ گیا۔ اس کی چیخ کی آواز پر بڑا جادوگر بھی کانپ اٹھا۔ اس نے دیوار کے پاس آ کر گھاس پر منتر پھونکا اور وہاں آگ لگ گئی۔ ماریا نے گرم پانی کی کڑاہی اٹھا کر آگ پر الٹ دی۔ آگ بجھ گئی گرم پانی کی چھینٹیں بڑے جادوگر کی ٹانگوں پر پڑیں اور وہ اچھل اچھل پڑا۔

"کم بخت کی بچی' اب تیری خیر نہیں۔ لے اب مرنے کے لیے تیار ہو جا۔"

اس نے نشانہ باندھ کر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر ماریا کے بالکل پاس آ کر گر پڑی۔ اگر وہ اچھل کر پرے نہ ہٹ جاتی تو تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ ماریا نے

جھپٹ کر زمین پر سے تلوار اٹھائی اور بھاگ کر سامنے والی دیوار کے پاس آ گئی۔ تلوار غائب ہو گئی۔ بڑے جادوگر نے اب دیوار کے ساتھ لگا بانس پکڑ لیا اور ساری جھونپڑی میں اچھل کود مچا کر بانس چلانے لگا۔ ماریا کبھی ادھر جاتی اور کبھی ادھر جاتی۔ کئی بار وہ بانس کی زد میں آتے آتے بچی۔ وہ بھی پریشان تھی کہ کم بخت کس مسخرے جادوگر کی مصیبت میں پھنس گئی۔

آخر اسے موقع مل ہی گیا۔ جادوگر پاگل اندھوں کی طرح بانس گھماتے گھماتے ستون کے ساتھ خود ہی ٹکرا کر گر پڑا۔ بانس چارپائی سے الجھ گیا۔ وہ بانس کو کھینچ ہی رہا تھا کہ ماریا نے پوری طاقت سے تلوار کا دستہ اس کے سر پر دے مارا۔ جادوگر کی ایک چیخ بلند ہوئی اور ہو گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ ماریا نے رسی لے کر اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھے اور اسے گھسیٹتی ہوئی جھونپڑے سے باہر لے گئی۔ باہر لا کر اس نے جادوگر کو ایک درخت کے نیچے ڈالا اور خود جھونپڑے کے دروازے کو اندر سے بند کر کے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ بڑی مشکل سے اس نے مصیبت سے نجات حاصل کی تھی۔ رات آدھی کے قریب ہو گئی تھی اور سارے جنگل میں ہر طرف اندھیرا اور خاموشی چھائی تھی۔ ماریا تھک کر چور ہو گئی تھی۔ بڑے جادوگر کی اس نے مشکیں کس دی تھیں اور چھوٹے جادوگر کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ اتنا ڈر گیا ہے کہ اب وہاں نہیں آئے گا؛ چنانچہ وہ چارپائی پر گرتے ہی بڑے مزے سے سو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو دن چڑھ آیا تھا۔

اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اٹھ کر دروازہ کھولا اور باہر دیکھا۔ وہاں بڑا جادوگر نہیں تھا۔ وہ ڈر گئی۔ کم بخت اگر رات کو ماریا کی چارپائی پر حملہ کر دیتا تو وہ یقیناً مر چکی ہوتی۔ لیکن بڑا جادوگر بھی ڈر

گیا تھا۔ اس کا جادو بھی اسے جواب دے گیا تھا۔ آدھی رات کو اس کا شاگرد اسے اٹھا کر لے گیا تھا۔۔۔ ماریا نے اٹھ کر باہر چشمے پر منہ ہاتھ دھویا۔ رات کی بچی ہوئی روٹی کھائی اور جھونپڑے سے نکل کر درختوں کے پچھلے جھنڈ میں اس جگہ آ گئی جہاں اس نے اپنا گھوڑا باندھا ہوا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں اس کا گھوڑا موجود نہیں تھا۔ اسے جادوگر کھول کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

ماریا کو بڑا سخت غصہ آیا۔ وہ جل بھن کر گاؤں کی طرف چل پڑی کہ ابھی جا کر جادوگر سے اپنا گھوڑا واپس لیتی ہے۔ گاؤں میں دس بارہ کچے کچے مکان بنے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک مکان سے باہر تکنے لگی کہ اس کا گھوڑا کہاں بندھا ہوا ہے۔ وہاں گھوڑا کہیں بھی نہیں تھا۔ آخر اس نے ایک مکان کے اندر سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ شاید گھوڑے نے بھی اس کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ جانور بڑے حساس ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے مالک کی موجودگی کا اور قریب ہونے کا بہت جلدی پتہ چل جاتا ہے۔ ماریا آواز کے اندازے سے ایک مکان کے باہر آ کر کھڑی ہو گئی۔ گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز اسی مکان کے اندر سے آئی تھی۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھول دیا۔ اندر ڈیوڑھی میں اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ وہاں اور کوئی بھی نہیں تھا۔

ماریا ڈیوڑھی میں سے گھوڑے کے پاس آ گئی۔ کوٹھڑی کی کھڑکی بند تھی۔ اس کے اندر سے بڑے اور چھوٹے جادوگر کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ ماریا نے کان لگا کر سنا۔ بڑا جادوگر کہہ رہا تھا:

مورتی کا زندہ واپس آنا اور زرتاب ہیرے کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ مورتی نہ بھی آئے مگر شاہی ہیرے کو جادوگرنی کے لیے ضرور اڑانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے پھر یہ کام تمہیں کرنا پڑے۔"

چھوٹے جادوگر نے گھبرا کر کہا:

''مجھے؟''

''ہاں ہاں تجھے' یہ بڑی جادوگرنی کا حکم ہے۔ پہلے شاگرد کا فرض ہوتا ہے استاد اس وقت آگے بڑھتا ہے جب شاگرد نا کام ہو جائے۔''

گھورا ایک بار پھر خوشی سے ماریا کو قریب محسوس کر کے زور سے ہنہنایا۔ اس کی آواز پر دونوں جادوگر کوٹھری سے باہر آ گئے مگر اس عرصے میں ماریا اس کی پیٹھ پر سوار ہو چکی تھی اور اس کے سوار ہوتے ہی گھوڑا غائب ہو گیا تھا۔

''ارے وہ کم بخت گھوڑے کو لے گئی۔''

بڑے جادوگر نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ماریا نے گھوڑے کو موڑا اور اسے ایڑ لگا کر بڑے جادوگر کے اوپر چڑھا دیا۔ گھوڑے نے دولتیاں مار مار کر بڑے جادوگر کا حلیہ بگاڑ دیا۔ وہ چیختا چلاتا' شور مچاتا وہاں سے بھاگ گیا۔ سڑک پر آ کر اس نے جنگل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ماریا نے اس کے پیچھے گھوڑا اڑانا چاہا مگر یہ سوچ کر رک گئی کہ ابھی اس نے بڑے کام کرنے ہیں۔ کم بخت یہی ایک احمق جادوگر نہیں وہ گیا پیچھا کرنے کے لیے۔

چنانچہ وہ گھوڑے کو لے کر گاؤں سے باہر آ گئی۔

دھوپ خوب کھلی ہوئی تھی۔ ہر طرف روشنی پھیلی تھی۔ سردی کی شدت کم ہو چکی تھی اور درخت صبح کی تازہ ہوا میں جھوم رہے تھے۔

ماریا نے دیوار چین کی طرف اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا۔ چلتے چلتے اسے شام ہو گئی اس نے بے خیالی میں وہ چوراہا بھی عبور کر لیا جہاں سے ایک سڑک شنگھائی شہر کی طرف چلی گئی تھی۔ وہ اس چوراہے سے آگے نکل گئی۔ اسے پھر رات آ گئی۔ یہ رات اس نے ایک ویران بارہ

دری کے کھنڈر میں پرانے باغ کے ٹوٹے ہوئے بینچ پر لیٹ کر گزار دی۔ صبح اٹھ کر پھر سفر پر چل نکلی۔ دوپہر کے وقت اس نے دور سے دیوار چین کو دیکھا۔ وہ بڑی ناامید سی ہوگئی کہ چین کی سرحد سامنے آ گئی تھی اور ابھی تک اسے عنبر اور ناگ میں سے کوئی بھی نہیں ملا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ وہ دیوار چین کے پاس جا کر ہی عنبر اور ناگ کو دیکھ لے۔ اگر وہاں بھی وہ لوگ اسے دکھائی نہ دیے تو پھر کسی شاہی رتھ کے اوپر بیٹھ کر واپس کیتھے آ جائے گی اور اپنے بھائیوں کی تلاش شروع کر دے گی۔ کیونکہ اب اس میں اتنی ہمت نہ رہی تھی کہ واپسی کا سفر بھی گھوڑے پر بیٹھ کر طے کرتی۔

اب ذرا عنبر اور ناگ کی بھی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں:

وہ چینی لڑکی تھانگ کو لے کر اس کے ماں باپ کے گھر شنگھائی پہنچ گئے تھے اور اب واپس کیتھے آنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کیونکہ انہیں ماریا کی بھی فکر تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح ڈاکوؤں کی قید سے آزاد ہو کر ضرور چین کے دارالحکومت پہنچ گئی ہوگی۔ انہوں نے ایک روز صبح صبح تھانگ کے ماں باپ سے اجازت طلب کی۔ تھانگ کے باپ نے کہا:

''میرے بچو! تم نے میری بچی کو واپس میرے پاس پہنچا کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اسے میں ساری زندگی نہیں بھلا سکوں گا۔۔۔ میری اور تھانگ کی والدہ کی تو یہ خواہش تھی کہ تم کم از کم ایک مہینہ ضرور ہمارے گھر رہتے تا کہ ہم تمہاری جی بھر کر خدمت کر سکتے مگر چونکہ تمہیں بہن ماریا کی بھی خبر لینی ہے اس لیے میں مجبوراً تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا کرے کہ تمہاری بہن تمہیں مل جائے اور تم لوگ ہمیشہ خوش خوش رہو۔''

چینی لڑکی تھانگ نے بھی آنسو بھری آنکھوں سے اپنے بھائی عنبر اور ناگ کو رخصت کیا۔ تھانگ کی ماں نے عنبر اور ناگ کے ماتھے پر بوسہ دیا اور راستے کے سفر کے لیے میٹھی روٹیاں پکا کر ساتھ کر دیں۔

دونوں وہاں سے نکل کر سنگھائی کے باہر آ گئے۔۔۔ اس زمانے میں شنگھائی آج کی طرح بڑا شہر نہیں تھا۔ بس آج کے قصبے کے برابر شہر تھا۔ شہر کے اردگرد سبزیوں اور چاول کے کھیت تھے۔ آڑو اور ناشپاتیوں کے باغ تھے۔ ایک بہت بڑی جھیل تھی۔ عنبر اور ناگ اس جھیل سے بھی آگے نکل گئے۔ اب وہ اس سڑک پر آ گئے جو اس چوراہے کی طرف جاتی تھی جہاں سے ایک سڑک کیتھے کی جانب پھٹ جاتی تھی۔ وہ سارا دن سفر کرتے رہے۔ شام انہیں راستے میں ہی آ گئی۔ وہ رات کے پہلے ستارے کے نکلنے تک سفر کرتے رہے۔ وہ رات انہوں نے ایک سرائے میں بسر کی۔ اگلے دن پھر سفر شروع کر دیا۔ دوسری رات انہوں نے ایک باغ میں سو کر گزار دی۔ تیسے روز وہ چوراہے پر آ گئے اور انہوں نے چین کے دارالحکومت کیتھے کی جانب اپنا سفر شروع کر دیا۔

وہ دو دن اور دو راتیں سفر کرتے رہے اور چوتھے روز چین کے دارالحکومت کیتھے میں آ گئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں مورتی چور گرفتار ہو کر بادشاہ کے خاص قید خانے میں پڑا اپنی موت کا انتظار کر رہا تھا جہاں منگوارژنگ بادشاہ کے بیٹے ولی عہد شہزادے کو قتل کرنے کے لیے اس کے محل میں بھیس بدل کر پہنچ گیا تھا۔ اور اب ورشا نوکرانی کی تلاش میں تھا۔ جہاں ارژنگ کا ساتھی سوداگر اپنی حویلی میں شہزادے کی موت کی خبر سننے کے لیے بے تاب بیٹھا تھا اور جہاں ان کا خیال تھا کہ ان کی بہن ماریا بھی کسی جگہ بیٹھی ہو گی اور یا آزاد ہو کر عنبر اور ناگ کی تلاش میں سراؤں وغیرہ میں ماری ماری پھر رہی ہو گی۔

خدا کی قدرت دیکھیے کہ عنبر اور ناگ شہر میں گھومتے گھومتے اس
مقام پر آ گئے جہاں اسی سوداگر کی حویلی تھی جو بن قوم کا جاسوس تھا اور
جس کا ساتھی ارژنگ ولی عہد شہزادے کو قتل کرنے کے لیے محل میں
سوداگر کا بھیس بدل کر داخل ہو چکا تھا۔ اور نوکرانی ورشا سے ملنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ انہوں نے سوداگر کو دیکھا کہ حویلی کے باہر گھوڑوں
کے پاس کھڑا ہے۔ عنبر اور ناگ کے گھوڑے اب تھک تھک کر
بوڑھے ہو گئے تھے۔ وہ ان گھوڑوں کو فروخت کر کے نئے گھوڑے
حاصل کرنا چاہتے تھے؛ چنانچہ وہ سوداگر کے پاس آ کر رک گئے۔ عنبر
نے پوچھا:

''کیا آپ گھوڑوں کے سوداگر ہیں جناب؟''

سوداگر نے مسکرا کر کہا:

''جی ہاں! میں گھوڑوں کی تجارت کرتا ہوں۔ فرمایئے! میں آپ
کے کیا کام آ سکتا ہوں؟''

ناگ نے کہا:

''جناب! ہم یہ گھوڑے بیچ کر نئے اور تازہ دم گھوڑے حاصل کرنا
چاہتے ہیں۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کریں گے؟''

سوداگر نے خندہ پیشانی سے کہا:

''تشریف لائیے! آپ دور سے آتے معلوم ہوتے ہیں میرا
غریب خانہ حاضر ہے۔ مہمان خانے میں تشریف رکھیے۔ آپ کو جس
قسم کے گھوڑے پسند ہوں گے اسی قسم کے گھوڑے پیش کر دیے
جائیں گے۔''

عنبر اور ناگ سوداگر کے اخلاق اور ہنس مکھ طبیعت سے بہت متاثر
ہوئے۔ پھر انہوں نے اپنے بارے میں سوائے اس کے اور کچھ نہ بتایا
کہ وہ جڑی بوٹیوں کی سوداگری کرتے ہیں اور یہاں یہ معلوم کرنے

آئے ہیں کہ اس قسم کی تجارت کے یہاں پر کتنے امکانات ہیں۔

سوداگر نے عنبر کو مختلف قسم کے گھوڑے دکھائے آخر انہوں نے دو گھوڑے پسند کر لیے۔ سودا طے ہو گیا۔ کچھ رقم اور دے کر انہوں نے دونوں گھوڑے خرید لیے۔ سوداگر نے انہیں کہا کہ رات ہو گئی ہے۔ وہ اس کے مہمان خانے میں رات بسر کر لیں۔ عنبر اور ناگ نے شکریے کے ساتھ یہ دعوت قبول کر لی۔

راز کھل گیا

رات کو کھانے پر ہن منگول ارژنگ بھی آ گیا۔

سوداگر اسے اٹھ کر ملا اور ساتھ والے کمرے میں لے گیا۔ عنبر اور ناگ نے بڑے غور سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ عنبر نے ناگ سے کہا کہ مجھے اس آدمی پر ہن قوم کے جاسوس ہونے کا شک ہو رہا ہے۔ تم جا کر پتہ کرو کہ وہ اندر کیا باتیں کر رہے ہیں؟ ناگ نے کہا کہ سوداگر جانے ابھی واپس آ جائے۔ وہ مجھے نہ دیکھ کر کیا کہے گا۔

عنبر نے کہا:

''تم جا کر معلوم کرو کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ میں سوداگر کو سنبھال لوں گا۔''

ناگ چپکے سے اٹھا اور سانپ کا روپ بدل کر ساتھ والے کمرے میں جا کر ایک مرتبان کے پیچھے چھپ کر سوداگر اور ہن جاسوس کی

باتیں سننے لگا۔ سوداگر پوچھ رہا تھا:

"کہو کیا ہوا؟ تم اپنی مہم میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟"

بن جاسوس نے سر پر سے لوہے کا خود اتارتے ہوئے کہا:

"یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ارژنگ ایک مہم پر جائے اور ناکام لوٹ کر آئے۔ میں اپنی مہم میں کامیاب ہو کر لوٹا ہوں۔"

"تو کیا تم نے شہزادے ولی عہد کو قتل کر دیا؟"

"ارژنگ نے مسکرا کر کہا:

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ بہر حال میں نے زہر ورشا نوکرانی کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ موقع ملتے ہی ولی عہد شہزادے کو وہ زہر دے دے گی۔"

سوداگر نے کہا:

"چلو یہ کام تو تقریباً پورا ہوا۔ ورشا ایک ہوشیار جاسوسہ ہے۔ وہ یہ کام بڑی خوبی سے انجام دے گی۔ مگر زہر دینے میں دیر کس بات کی تھی ارژنگ؟"

ارژنگ بولا:

"صرف اس بات کی دیر تھی کہ ملکہ شہزادے کو ساتھ لے کر صحت افزا پہاڑ ہوچی پر چلی گئی ہے۔ وہ اپنے ساتھ سوائے چند نوکروں اور ایک سوڈانی کنیز کے اور کسی کو نہیں لے گئی۔ ورشا کو بھی یہیں چھوڑ گئی ہے۔ اس لیے اب خواہ کچھ ہو ملکہ کی محل میں واپسی کا تو انتظار کرنا ہی پڑے گا۔"

سوداگر بولا:

"خیر کوئی بات نہیں۔ کیا کہا ہے ملکہ کب تک واپس آ جائے گی؟"

"یہی کوئی دو ایک دن میں واپس آ جائے گی۔"

وہ باتیں کر رہے تھے کہ ناگ چپکے سے باہر نکل آیا۔ عنبر کے پاس آ کر وہ دوبارہ انسان کی جون میں آیا اور اس نے اندر کی ساری باتیں شروع سے آخر تک عنبر کو سنا دیں۔ عنبر تو دنگ رہ گیا کہ یہ سوداگر ایک جاسوس ہے اور ارژنگ نام کے ایک ساتھی جاسوس کے ساتھ مل کر چین کے ولی عہد شہزادے کو قتل کرنے کی بھیانک سازش کر چکا ہے۔

اس نے ناگ سے کہا:

"ناگ ہمیں فوراً شاہی محل میں پہنچ کر ملکہ کو خبردار کر دینا چاہیے۔"

"مگر ملکہ تو صحت افزا پہاڑ پر گئی ہوئی ہے۔"

"ہمیں اس کی اطلاع بادشاہ فومانچو کر دینی چاہیے۔"

ناگ نے کہا:

"نہیں اس طرح سوداگر کو شک ہوگا۔ ہم رات یہاں آرام کریں گے۔ کل صبح ناشتہ کر کے یہاں سے نکلیں گے، تاکہ کسی کو ذرا سا بھی شک نہ ہو۔"

عنبر بولا:

"جیسے تمہاری مرضی۔"

اتنے میں سوداگر بھی مسکراتا ہوا اندر سے باہر آ گیا۔ اس کے ساتھ ارژنگ بھی تھا۔ سوداگر نے ارژنگ کا تعارف یوں کروایا:

"یہ میرے بڑے بھائی ارژنگ ہیں، یہ تبت میں گھوڑوں کی سوداگری کرتے ہیں۔"

ارژنگ نے باری باری عنبر اور ناگ سے ہاتھ ملایا۔ ناگ نے کہا:

"آپ سے مل کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"آپ کے چھوٹے بھائی صاحب نے ہمیں بڑے عمدہ گھوڑے دیے ہیں۔ امید ہے آپ کو بھی پسند آئے ہوں گے۔"

ارژنگ نے منہ بنا کر کہا:

''ہاں اچھے گھوڑے ہیں۔''

پھر اس نے سوداگر سے کہا:

''ذرا اندر آ کر میری ایک بات تو سن جاؤ۔''

سوداگر ارژنگ کے ساتھ اٹھ کر اندر چلا گیا۔ اندر آتے ہی ارژنگ نے کہا:

''یہ کون لوگ ہیں؟''

''میرے پاس گھوڑے خریدنے آئے تھے۔ گھوڑے خرید لیے تو میں نے حسب عادت انہیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ اب وہ رات ہوگئی ہے صبح چلے جائیں گے۔''

ارژنگ نے بھنویں سکیڑ کر کہا:

''مجھے ان پر شک ہے۔ یہ مجھے دشمن معلوم ہوتے ہیں۔''

سوداگر نے کہا:

''تمہیں کیسے احساس ہوا ہے؟''

''ان میں سے ایک نوجوان کو میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ بہر حال اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کہ یہ ہمارے دشمن ہیں اور کوئی عجب نہیں کہ وہ ہماری جاسوسی کرنے یہاں بھیجے گئے ہوں اور انہیں ہماری سازش کا علم بھی ہو چکا ہو۔''

سوداگر ڈر گیا:

اگر یہ بات ہے تو ہمیں ان کا کام تمام کر دینا ہوگا۔ یہ لوگ تو ہماری بہت بڑی تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔''

ارژنگ نے کہا:

''میرا اپنا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اپنا شک دور کرنے کے لیے ہمیں چھپ کر ان کی باتیں سننی چاہئیں۔ اس کے لیے تم انہیں جا کر کہو

کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے کام سے باہر جارہے ہیں۔ اس طرح وہ تنہا ہو کر جو باتیں کریں گے انہیں ہم خفیہ جگہ چھپ کر سن سکیں گے۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

چنانچہ سوداگر نے ایسا ہی کیا۔ عنبر اور ناگ جب اپنے کمرے میں گئے تو سوداگر نے آ کر کہا کہ وہ اپنے بھائی ارژنگ کے ساتھ ذرا دوسرے محلے تک ایک کام سے جارہا ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں ان کے کمرے میں کھڑکی کے پاس ایک خاص جگہ آ کر چھپ گئے۔ عنبر اور ناگ اپنے کمرے میں آ گئے۔ انہیں احساس ہوا کہ وہ دونوں حویلی میں اکیلے ہیں تو وہ بے فکر ہو کر باتیں کرنے لگے۔

عنبر نے کہا:

"اگر کسی طرح ورشا نوکرانی پہاڑ پر پہنچ گئی تو وہ ضرور ولی عہد کو زہر دے دے گی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم شاہی محل میں جانے کی بجائے صبح سیدھا پہاڑ کی طرف چل پڑیں اور وہاں جا کر ملکہ چین کو خبردار کر دیں؟"

ناگ نے کہا:

"اگر تم یہی مناسب خیال کرتے ہو تو بہتر ہے۔ ہم صبح پہاڑ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"میرا تو خیال یہی ہے کہ ہمیں جتنی جلدی ہو سکے ملکہ کو جا کر خبردار کر دینا چاہیے تا کہ ورشا اور اس کے ساتھی یہ جاسوس سوداگر اور خطرناک غدار ارژنگ کو فوری طور پر گرفتار کر لیا جائے۔"

ناگ بولا:

"تو پھر ہم صبح صبح ہی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ اب ہمیں سو جانا چاہیے۔"

اس کے بعد دونوں اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے۔ ان کی باتیں سن کر ارژنگ نے سوداگر اور سوداگر نے ارژنگ کی طرف اندھیرے میں دیکھا۔ ارژنگ کی آنکھوں سے تو خون ٹپکنے لگا۔ وہ سوداگر کا بازو پکڑ کر دبے پاؤں اپنے کمرے میں آگیا اور بولا:

"میرا شک ٹھیک نکلا۔ یہ دونوں ہمارے دشمن ہیں اور غضب یہ ہے کہ کم بختوں کو ہماری ساری کی ساری سازش کا علم ہو چکا ہے۔ اب ان کا زندہ رہنا ہمارے لیے بے حد خطرناک ہے۔ اگر یہ زندہ رہے تو ہماری موت یقینی ہے۔"

سوداگر نے کہا:

"میں خود ان کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا ہوں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ابھی اسی وقت چل کر ان دونوں کو قتل کر کے حویلی کی پچھلی کوٹھڑی میں زمین کھود کر دبا دیا جائے۔"

ارژنگ نے خنجر کھینچ کر کہا:

"یہ لو خنجر اور ابھی جا کر دونوں کا کام تمام کر دو۔"

سوداگر نے خنجر ارژنگ سے لے کر کپڑوں میں چھپا لیا اور عنبر کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ ادھر عنبر سو گیا تھا مگر ناگ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ جانے کیا بات تھی کہ اسے ابھی تک نیند نہیں آ رہی تھی۔ یہ اس کے ساتھ اکثر ہوتا رہتا تھا کہ جب بھی کوئی خطرناک واقعہ ہونے والا ہوتا تو اس کی طبیعت بے چین ہو جاتی اور اسے نیند نہیں آتی تھی۔ آج بھی اس کی یہی حالت تھی۔ وہ کچھ گھبرا سا گیا تھا۔ اسے شک سا ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے۔ وہ اپنے بستر پر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اپنے کمرے کے باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی نہ کوئی بری نیت کے ساتھ ان کے

کمرے میں آ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے سوداگر اور ارژنگ کو ان دونوں پر شبہ ہو گیا ہو اور ان میں سے کوئی انہیں ہلاک کرنے آ رہا ہو۔

ناگ نے ایسا کیا کہ بستر پر تکیے بیچ میں رکھ کر اوپر کمبل ڈال دیا۔ دیے کی لو مدھم کر دی اور خود پھنکار مار کر سانپ کا روپ دھار کر کونے میں پرانے سامان کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ رات اندھیری تھی۔ ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ باہر گلی میں سے کوئی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔ ناگ نے قدموں کی آواز ایک بار پھر سنی۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھتے قدموں کی چاپ تھی۔ کوئی شخص ان کی کوٹھڑی کے دروازے کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ ناگ ہوشیار ہو گیا۔ اس کا شک سچ تھا۔ کسی نے باہر سے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ مگر اندر سے کنڈی لگنے کی وجہ سے دروازہ نہ کھل سکا۔ ایک پل کے لیے باہر گہری خاموشی چھا گئی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ باہر کھڑا آدمی سوچ رہا ہو کہ وہ کس طرح اندر جائے آخر ناگ نے دیکھا کہ ہلکی ہلکی روشنی میں دروازے کی بیچ والی درز میں سے ایک ہاتھ اندر داخل ہوا اور اس نے بڑے آرام سے اندر لگی ہوئی کنڈی کھول دی۔ کنڈی کے کھلتے ہی دروازے کا ایک پٹ ہولے سے کھلا اور کوئی شخص منہ پر کپڑا باندھے کمرے میں آ گیا۔ ناگ نے اندھیرے میں اسے پہچاننے کی بہت کوشش کی، مگر وہ اسے پہچان نہ سکا۔ وہ آدمی دیے کی دھیمی روشنی میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے بڑے غور سے دونوں بستروں کی طرف دیکھا۔

پھر وہ آہستہ سے چل کر عنبر کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس نے جھک کر عنبر کا کمبل ایک طرف کر دیا۔ عنبر خدا جانے گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا کہ اسے بالکل ہی خبر نہ ہوئی۔ وہ اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ خراٹے لے رہا تھا۔ وہ آدمی جب دیے کی روشنی میں نیچے کو جھکا تو

ناگ نے اسے پہچان لیا۔ وہ سوداگر تھا۔۔ اب تو ناگ ہوشیار ہو گیا
اور رینگتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ سوداگر کے پیچھے آ گیا اور ایک
ستون پر چڑھ کر سوداگر کے بالکل برابر آ گیا۔ یہ ستون سوداگر کے
عقب میں کھڑا تھا۔

سوداگر نے جب دیکھا کہ عنبر گہری نیند ہو رہا ہے تو اس نے اپنی
قمیض کے اندر سے چمکتا ہوا خنجر نکال کر بڑی تیزی کے ساتھ عنبر کی
گردن میں گھونپ دیا۔ ادھر سوداگر نے عنبر کی گردن میں خنجر گھونپا اور
ادھر ناگ نے ایک ہی جھٹکے کے ساتھ سوداگر کی گردن پر کاٹ دیا۔
سوداگر نے گردن پر ہاتھ مار کر پیچھے دیکھا۔ ایک کالا سانپ ستون
کے اوپر چڑھ رہا تھا۔ سوداگر کا رنگ سفید پڑ گیا۔ سانپ کے زہر نے
اثر کرنا شروع کر دیا۔ اس کی گردن کی رگیں سوجھنے لگیں۔ حلق خشک
ہو گیا۔ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ سوداگر کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس
نے چیخ مارنی چاہی مگر وہ چیخ نہ مار سکا۔ اس کی ٹانگوں پر لرزہ سا آیا اور
وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا اور گرتے ہی اس نے دم توڑ دیا۔ ناگ
چپ چاپ چھت کے اوپر لگا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ سوداگر کا ساتھی یہ
معلوم کرنے ضرور آئے گا کہ ان لوگوں کا کام تمام ہو گیا کیا؟ اور یہی
ہوا۔

تھوڑی دیر میں ارژنگ بھی اندر آ گیا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ عنبر
پھر بھی سویا رہا۔ وہ بے حد گہری نیند سویا ہوا تھا۔ خنجر کے گردن پر لگنے
کی تو اسے ہلکی سی بھی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہ ہوا
کہ کوئی اس اس کے سرہانے کھڑا ہے۔ اسے خنجر کا ہلکا سا جھٹکا بھی نہ
لگا۔ ارژنگ چپکے سے کمرے کے اندر آ گیا۔ اس نے جب سرہانے
کی طرف سوداگر کو فرش پر گرے ہوئے دیکھا تو لپک کر اس کے پاس
آیا۔ اس نے سوداگر کو اٹھایا وہ مر چکا تھا۔ ارژنگ دنگ رہ گیا کہ خنجر

عنبر کی گردن میں کھبا ہوا تھا اور سوداگر کا جسم اکڑ چکا تھا۔

ارژنگ نے سوچا کہ عنبر بھی مر گیا ہے۔ وہ عنبر کی گردن سے خنجر نکال کر ناگ کے بستر کی طرف بڑھا اور اس نے زور زور سے خالی تکیوں پر خنجر چلانے شروع کر دیے۔ اتنے میں ناگ بھی چھت پر سے رینگتا ہوا نیچے اتر آیا۔ وہ ارژنگ کو ڈسنے کے لیے پھنکار کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ ارژنگ نے خنجر اس کی طرف پھینکا اور خود ایک ہی چھلانگ لگا کر کمرے کی کھڑکی سے کود کر باہر گلی میں نکل گیا۔ گلی کے فرش پر گرتے ہی وہ اٹھا اور جدھر کو منہ اٹھا ادھر کو بھاگ گیا۔

ناگ اب دوبارا انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس نے عنبر کو جگایا۔ عنبر نے اٹھ کر اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"یہ مچھر نے کاٹا تھا مجھے؟"

ناگ نے کہا:

"اٹھ کر دیکھو، تم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ سوداگر کو میں نے ڈس کر ڈھیر کر دیا ہے اور ارژنگ مجھ سے بچ کر بھاگ گیا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"کمال ہے یعنی ان دونوں نے آخر حملہ کر ہی دیا۔ چلو اب اس کی لاش کو ٹھکانے لگائیں اور یہاں سے بھاگ چلیں۔۔۔ کیونکہ ہو سکتا ہے، ارژنگ پھر یہاں پہنچ جائے اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔"

ناگ نے کہا:

"میرا تو خیال ہے کہ لاش کو یہیں چھوڑو اور یہاں سے نکل کر ملکہ چین کے پاس چلو تا کہ شہزادے ولی عہد کی جان بچائی جا سکے کیونکہ ارژنگ ضرور اب ولی عہد کے قتل کے کام کو تیز کر دے گا۔"

قتل کی سازش

عنبر اور ناگ سوداگر کی حویلی سے باہر نکل آئے۔
رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔
اور انہوں نے شاہی محل کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ انہیں یہ بھی معلوم
تھا کہ ارژنگ فرار ہو چکا ہے اور ولی عہد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کو
تیز کر دے گا؛ چنانچہ وہ جلدی سے جلدی شاہی محل تک پہنچنا چاہتے
تھے۔ شہر سے باہر نکل کر وہ اس جھیل کے پاس آگئے جس کے دوسری
جانب پہاڑی کے دامن میں چینی شہنشاہ فو مانچو کا شاندار محل کھڑا تھا۔
دور سے محل کی کھڑکیوں میں کہیں کہیں روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔
جھیل کا پورا چکر لگا کر عنبر اور ناگ محل کے نزدیک آگئے۔ اچانک چار
سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا:
"کون ہو تم لوگ اور ادھر کیا کر رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:
"ہم شہنشاہ سے ملنے آئے ہیں۔ ہمارا شہنشاہ سے ملنا بہت
ضروری ہے۔ اگر تم لوگوں نے ہمیں شہنشاہ تک نہ پہنچایا تو ولی عہد
شہزادے کی زندگی خطرے میں ہوگی۔"
سپاہیوں نے ٹھٹھہ کرنا شروع کر دیا اور کہا:
"تم دونوں کوئی پاگل معلوم ہوتے ہو۔ یہاں سے بھاگ جاؤ۔
اگر پھر کبھی ادھر قدم رکھا تو نیزوں سے تمہارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔
چلو بھاگو یہاں سے۔"
عنبر اور ناگ نے بہت سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن سپاہی غصے
میں آگئے اور انہوں نے تلواریں نکال لیں۔ مجبور ہو کر عنبر اور ناگ
وہاں سے چلے گئے۔ وہ جھیل کے پاس آ کر رک گئے۔ ناگ نے کہا:
"ہم نے غلطی کی جو اس طرف آگئے۔ ہمیں ادھر آنے کی بجائے

پہاڑ پر ملکہ سے ملاقات کرنے جانا چاہیے تھا۔"

عنبر بولا:

"ابھی ادھر چلے جاتے ہیں۔ ابھی کون سی دیر ہوئی ہے۔"

"تو پھر آؤ ہوچی پہاڑ پر چلتے ہیں۔ ملکہ سے ملاقات کرنے میں اتنی بک بک جھک جھک نہیں کرنی پڑے گی۔"

چنانچہ انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور پہاڑ کی چڑھائی چڑھنا شروع کردی۔

ایک پہاڑ عبور کر کے وہ میدان میں آگئے۔ یہاں سے ہوچی پہاڑ سامنے نظر آرہا تھا۔ ان دب کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ ہوچی پہاڑ پر جمی ہوئی برف صبح کی روشنی میں چمکنے لگی تھی۔ میدان میں سے گزر کر انہوں نے ایک بار پھر پہاڑیوں میں سے گزرنا شروع کر دیا۔ یہاں پتھریلی سڑک پہاڑوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اس سڑک پر وہ گھوڑوں پر سوار آگے پیچھے چلے جارہے تھے۔ راستے میں انہوں نے رک کر ایک جگہ جنگلی آڑو توڑ کر کھائے چشمے کا ٹھنڈا پانی پیا اور پھر اوپر چڑھنا شروع کردیا۔

دوپہر کے وقت وہ چین کے مشہور پہاڑ ہوچی کے شاہی محل کے باہر کھڑے تھے۔ یہاں سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے سپاہیوں کو جا کر بتایا کہ وہ کیتھے سے ایک خاص شاہی پیغام لے کر ملکہ کے پاس آئے ہیں: لہٰذا ملکہ عالیہ کو اطلاع کردی جائے۔ سپاہیوں نے پہلے تو حیران ہو کر انہیں دیکھا۔ پھر کہنے لگے:

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم شاہی پیغام لے کر آرہے ہو؟"

ثبوت تو ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ ناگ نے ہوشیاری سے کام لے کر سپاہی کے کان میں کہا:

"ہم شاہی گارڈ کے خاص جاسوس ہیں اور ایک انتہائی خفیہ پیغام لے کر آرہے ہیں۔ ہمارا ملکہ سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

سپاہی نے کہا:

"تم لوگ یہاں ٹھہرو۔ میں ملکہ کی اجازت کے بغیر تمہیں ان کے پاس نہیں بھیج سکتا۔ میں خود جا کر ملکہ کی اجازت حاصل کرتا ہوں۔"

عنبر اور ناگ شاہی محل کی ڈیوڑھی میں بیٹھ گئے۔ سپاہی اندر چلا گیا۔ ملکہ اس وقت سو کر اٹھی تھی اور غسل کرنے کے بعد ولی عہد شہزادے کو دودھ پلا رہی تھی۔ سپاہی شاہی حرم کے باہر کھڑا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کنیز نے آ کر کہا:

"ملکہ سلامت نے تمہیں طلب کیا ہے۔"

سپاہی نے اپنی تلوار اور تیر کمان ایک طرف رکھے اور نگاہیں جھکا کر شاہی حرم میں داخل ہوا۔ ملکہ سلامت ولی عہد شہزادے کے سنہری بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ سپاہی جھک کر سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔

"کیا پیغام لے کر آئے ہیں وہ لوگ؟"

سپاہی نے کہا:

"ملکہ عالیہ' وہ کہتے ہیں پیغام بے حد ضروری ہے اور اس میں کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

ملکہ چین نے بھنویں اٹھا کر سپاہی کی طرف دیکھا۔

"ایسی کون سی بات ہو گئی۔ خیر ان لوگوں کو میرے حضور حاضر کرو۔"

"بہتر ملکہ عالیہ۔"

سپاہی الٹے قدم واپس نکل گیا۔

ڈیوڑھی میں آ کر اس نے عنبر سے کہا:

"تم لوگ خوش قسمت ہو کہ ملکہ سلامت نے تمہیں اپنے حضور طلب کیا ہے۔ اپنے سارے ہتھیار یہاں رکھ دو اور حرم میں جا کر ملکہ عالیہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ ملکہ سلامت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

عنبر اور ناگ بے حد خوش ہوئے کہ انہیں اتنی جلدی ملاقات کی اجازت مل گئی تھی۔ انہوں نے اپنے سارے تیر کمان اور تلواریں وغیرہ ڈیوڑھی میں سپاہیوں کے پاس جمع کرائیں اور ہاتھ باندھ کر چار بوڑھی کنیزوں کے پیچھے پیچھے شاہی محل کے خاص حرم میں داخل ہو گئے۔ ملکہ ایک عالی شان سبز رنگ کے تخت پر سنہری سونے کی تاروں والا لباس پہنے اطمینان سے بیٹھی تھی۔ دو کنیزیں اس کے پہلو میں کھڑی مورچھل ہلا رہی تھیں۔ دو کنیزیں اس کے پاؤں دبا رہی تھیں۔۔۔ عنبر اور ناگ ایک طرف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

ملکہ نے پوچھا:

"تم لوگ کون ہو اور کیسا خاص پیغام لائے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"ملکہ سلامت! ہم تنہائی میں وہ پیغام دینا چاہتے ہیں۔"

ملکہ نے اپنی کنیزوں کی طرف دیکھا۔ چاروں کنیزیں باہر نکل گئیں۔ ملکہ کے ساتھ ہی تخت پر مخمل کے بچھونے پر ولی عہد شہزادہ دودھ پینے کے بعد گہری نیند سو رہا تھا۔ جب وہاں سے ساری کنیزیں چلی گئیں تو ملکہ نے کہا:

"اب بتاؤ کہ تم کیا پیغام لائے ہو؟"

عنبر نے آگے بڑھ کر کہا:

"ملکہ سلامت! ولی عہد شہزادے کی زندگی خطرے میں ہے۔"

ملکہ چونک کر اٹھ بیٹھی:

"کیا کہا؟ میرے شہزادے کی زندگی خطرے میں ہے؟ تم کو کیسے علم ہوا؟ تم لوگ کون ہو؟"

عنبر نے ملکہ کا ساری بات کھول کر بیان کر دی کہ کس طرح سوداگر اور ارژنگ نے مل کر ولی عہد کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ دونوں جن قوم کے جاسوس ہیں۔ ورشا ان کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور زہر ورشا کے پاس پہنچ بھی چکا ہے۔ ملکہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس کا رنگ خوف کے مارے زرد ہو گیا۔

عنبر نے کہا:

ملکہ سلامت' آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ہم ولی عہد شہزادے کی حفاظت کے لیے یہاں آئے ہیں۔ ہم اس پر آنچ تک نہ آنے دیں گے۔"

ملکہ نے بڑا عقلمند سوال کیا:

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم بھی میرے بچے کے دشمن نہیں ہو؟"

ناگ نے کہا:

"ملکہ سلامت' ہم آپ کے اور ولی عہد شہزادے کے خیر خواہ ہیں اور ہم اس کی جان بچانے کے لیے یہاں آئے ہیں۔"

ملکہ نے کہا:

"میں کس طرح تم پر یقین کروں۔ ہو سکتا ہے تم بھی ارژنگ کے ساتھ ملے ہوئے ہو۔"

ناگ نے کہا:

"ملکہ سلامت' میں آپ کو ابھی ثبوت دیے دیتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ ڈریں نہیں۔"

اتنا کہہ کر ناگ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک زبردست پھنکار ماری اور

سانپ بن کر اپنا زبردست پھن پھیلا کر سوئے ہوئے ولی عہد
شہزادے کے سر کے اوپر سایہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ملکہ تو بے ہوش
ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے جسم کا آدھا خون خشک ہو گیا۔ عنبر نے
فوراً ملکہ کو سنبھالا دیا اور کہا:

"ملکہ سلامت، اگر اس وقت میرا دوست چاہے تو وہ پلک جھپکنے
کے اندر اندر ولی عہد شہزادے کو ڈس کر ہلاک کر سکتا ہے۔ اور آپ
اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ وہ آپ کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ایسا
نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ ہم ولی عہد شہزادے کی دشمنوں سے جان
بچانے آئے ہیں۔ اسے ہلاک کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ کیا اب بھی آپ
کو یقین نہیں آیا کہ ہم آپ کے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں؟ کیا اب بھی
آپ کو کسی اور ثبوت کی ضرورت ہے؟"

ملکہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"ہرگز نہیں، مجھے آپ پر یقین ہے۔"

اس کے ساتھ ہی سانپ نے اپنا پھن سمیٹ لیا اور وہ رینگتا ہوا
عنبر کے پاس آ کر دوبارہ انسانی جون میں واپس آ گیا۔ ملکہ نے
آنکھیں مل کر کہا:

"میں نے جو کچھ دیکھا ہے۔ مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں
آ رہا۔ آخر یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ ایک انسان دیکھتے دیکھتے سانپ بن
جائے اور پھر سانپ سے انسانی شکل میں واپس آ جائے؟"

ناگ نے کہا:

"اے ملکہ عالیہ، اس وقت ضروری تھا کہ میں آپ کے سامنے
سانپ کے روپ میں آتا؛ ورنہ آپ کو کسی اور طرح قائل نہیں کیا جا
سکتا تھا کہ ہم شہزادے کے ہمدرد ہیں، اس کے دشمن نہیں ہیں؛ وگرنہ
اگر ہم دشمن ہوتے تو ابھی تک شہزادہ میرے زہر سے ہلاک ہو چکا

ہوتا۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ مجھ میں جادو کے زور سے۔۔۔آپ یوں
ہی سمجھ لیں۔۔۔مجھ میں جادو کے زور سے اتنی طاقت آ گئی ہے کہ
میں جب چاہوں سانپ بن جاؤں۔۔۔اور جب چاہوں واپس
انسان کے روپ میں آ جاؤں۔''

ملکہ نے کہا:

''تم لوگ کمال کے لوگ ہو۔''

عنبر نے کہا:

''لیکن ملکہ عالیہ' آپ وعدہ کریں کہ ہماری اس طاقت کے راز کو
کسی کے سامنے بھی نہیں کھولیں گی۔ کیوں کہ یہی وہ طاقت ہے جس
کی مدد لے کر ہم نے ولی عہد شہزادے کی جان کی حفاظت کرنی ہے
اور اس کے دشمنوں کا کام تمام کرنا ہے۔''

ملکہ نے کہا:

''ہرگز نہیں' میں کسی اس طاقت کا ذکر تک نہیں کروں گی۔۔۔
لیکن یہ لوگ میرے شہزادے کے دشمن کیوں ہیں؟''

عنبر نے کہا:

''وہ بن قوم کے لوگ ہیں۔ بن قوم آپ کے دشمن ہے۔ وہ
شہزادے کو ہلاک کر کے چین پر حملہ کر کے جنگ کرنا چاہتے ہیں کہ
اگر ہار بھی ہوئی تو کم از کم چین کے تخت پر کوئی دوسرا بادشاہ بھی تو نہ بیٹھ
سکے گا۔''

ناگ نے کہا:

''ان باتوں کو چھوڑیئے ملکہ سلامت' آپ سب سے پہلے مکار
کنیز ورشا کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کر دیں' تاکہ کیتھے میں اسے
شاہی محل سے فوراً گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا جائے۔''

ملکہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی:

"میں ابھی یہ حکم تم دونوں کو لکھے دیتی ہوں۔ تم یہ حکم نامہ لے کر فوراً کیتھے کے شاہی محل میں پہنچ جاؤں اور ورشا کو گرفتار کروا کر تہہ خانے میں ڈال دو۔ تم شہنشاہ سے خود جا کر ملنا اور میرے احکام دکھا دینا۔"

عنبر نے کہا:

"جو حکم ملکہ عالیہ آپ یہاں ولی عہد کی کڑی نگرانی کریں اور کسی مرد کو اس وقت کے بعد شاہی حرم کے ارد گرد تک نہ پھٹکنے دیں۔ کیونکہ ارژنگ ہمارے چنگل سے فرار ہو چکا ہے اور وہ ولی عہد شہزادے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔"

ملکہ بولی:

"فکر نہ کرو میں حرم کے ارد گرد کڑا پہرہ لگوا دیتی ہوں اور بادشاہ کو بھی لکھ دیتی ہوں کہ وہ فوج لے کر خود یہاں آئے اور اپنی حفاظت میں ولی عہد شہزادے کو واپس شاہی محل میں لے چلے۔"

اسی روز دوسرے پہر عنبر اور ناگ ورشا کی گرفتاری کے بارے میں چین کی ملکہ کا شہنشاہ فومانچو کے نام ایک خفیہ پیغام لے کر واپس دارالحکومت کیتھے کی طرف روانہ ہو گئے۔

کیتھے شہر میں شام کی روشنیاں جھلملانے لگی تھیں کہ عنبر اور ناگ شاہی محل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ وہاں انہی سپاہیوں نے دونوں کو روک دیا اور تلواریں نکال کر غرائے۔

"تم پھر یہاں آ گئے؟ اب تم بچ کر نہیں جا سکتے۔"

عنبر نے جیب سے ملکہ چین کا خاص حکم نامہ نکال کر دکھا دیا جس پر ملکہ کی شاہی انگوٹھی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ مہر دیکھ کر سپاہی ایک دم جھک گئے اور انہوں نے دروازہ کھول دیا اور کہا:

"آپ اندر مہمان خانے میں تشریف لے چلیں۔"

عنبر اور ناگ گردنیں اٹھائے بڑی شان سے گھوڑوں پر سے اترے۔ اپنے گھوڑے انہوں نے سپاہیوں کے حوالے کیے۔ جیسے وہ ان کے نوکر ہوں اور شاہی مہمان خانے میں آ کر بیٹھ گئے۔ فوراً شاہی اجازت نامے کے ساتھ شہنشاہ فومانچو کے حضور میں اطلاع کر دی گئی۔

تھوڑی بعد بادشاہ نے انہیں اپنے خاص کمرے میں طلب کر لیا۔ عنبر اور ناگ پہلی بار شہنشاہ چین کے سامنے کھڑے تھے۔۔۔ فومانچو ایک دیو قامت بادشاہ تھا۔ جس کے چہرے سے سنگ دلی ٹپکتی تھی۔ اس نے عنبر کے ہاتھ سے ملکہ کا خط لے کر اسے کھولا اور پڑھا۔ پڑھنے کے بعد اس نے غصے میں کہا:

"مجھے کیسے یقین آئے کہ تم میرے ولی عہد شہزادے کے خیر خواہ ہو؟ کیوں نہ میں تمہیں بھی دشمن سمجھ کر ہلاک کروا ڈالوں؟"

عنبر نے کہا:

"بادشاہ سلامت! اگر آپ نے ہمیں ہلاک کروا دیا تو آپ اپنے ولی عہد شہزادے کی جان بچا سکیں گے۔"

بادشاہ بولا:

"مگر تمہارے پاس ثبوت کیا ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو؟ بولو۔۔۔ جواب دو۔۔۔ جلدی بولو نہیں تو ابھی سر تن سے جدا کر دوں گا۔"

ناگ اور عنبر بڑے پریشان ہوئے کہ یہ تو کوئی سچ مچ پاگل بادشاہ ہے۔ کہیں تلوار مار کر سر تن سے جدا ہی نہ کر دے۔ اس نے سوچا کہ بادشاہ کی خیر خواہی حاصل کرنے کے لیے اسے کوئی جادو کی کرامت دکھانا بہت ضروری ہے، چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر کہا:

"اے بادشاہ! آپ اتنی جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اگر آپ کو ہم

پر بھروسہ نہیں تو دیکھو، ہم تمہیں ثبوت دیے دیتے ہیں۔''

یہ کہہ کر عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔ ناگ پھنکار مار کر سانپ کے روپ میں آیا اور اس نے لپک کر بادشاہ کی گردن کے گرد چکر ڈال کر اسے بے بس کر دیا۔ عنبر نے کہا:

''اگر سانپ چاہے تو آپ کو ایک پل میں ڈس کر آپ کا کام تمام کر سکتا ہے۔ یہی سانپ اگر آپ کا خیر خواہ نہ ہوتا تو آپ کے شہزادے کو بھی ہلاک کر سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ کیوں کہ ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم آپ کے دوست ہیں اور آپ کو بن قوم کے خون خوار دشمن قبائل سے بچانا چاہتے ہیں۔۔۔ کیا اب بھی آپ کو ہماری نیت پر شبہ ہے؟''

اس عرصے میں بادشاہ کا برا حال ہو رہا تھا۔ اس کی گردن کے گرد کنڈلی مارے سانپ پھن پھیلائے بیٹھا تھا اور بادشاہ کی آنکھوں کے پاس اپنا پھن پھلا کر جھوم رہا تھا۔ بادشاہ کی گردن کی رگیں خشک ہو گئی تھیں اور وہ اس قابل بھی نہیں رہا تھا کہ آواز دے کر کسی کو بلا سکے۔ وہ سانپ کو بھی نہیں پکڑنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ اسے ڈس نہ دے۔ اس کی جان مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے اس بات کا یقین آ گیا تھا کہ یہ دونوں نوجوان اس کے دشمن نہیں بلکہ اس کے خیر خواہ ہیں اور ولی عہد شہزادے کی جان بچانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ وہ ان پر یقین کرتا ہے۔ عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا۔ ناگ بادشاہ کی گردن سے اتر کر نیچے آ گیا۔ نیچے آ کر اس نے پھنکار ماری اور دوبارہ انسان کی جون میں آ کر اس نے بادشاہ کو جھک کر سلام کیا اور کہا:

''اے بادشاہ، ہم تمہارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔ ہم پر بھروسہ

کرو۔"

بادشاہ نے عنبر اور ناگ کے ہاتھ لے کر چوم لیے اور کہا:

"میں آج سے تمہیں اپنا بہترین دوست سمجھتا ہوں۔ تم نے جو کہا، میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ میں ابھی ورشا کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ تم شاہی محل میں میرے خاص مہمان بن کر رہو گے۔"

بادشاہ تلوار کھینچ کر خود ورشا کنیز کو قتل کرنے چل پڑا۔

ارژنگ غار میں

لیکن مکار کنیز ورشا بھی ہوشیار ہو چکی تھی۔

اسے ارژنگ نے خاص آدمی کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا تھا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس لیے فوراً محل چھوڑ کر ویران کھنڈروں میں پہنچ کر اس کا انتظار کرے۔ ورشا کنیز کو جب ارژنگ کی یہ اطلاع ملی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے۔ وہ بادشاہ فومانچو کے قہر اور ظلم سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس نے ارژنگ کا پیغام ملتے ہی اپنے کمرے میں جا کر لباس بدلا اور محل کے خفیہ راستے سے نکل کر باہر آ گئی۔ باہر پہرے دار نے اسے روک لیا۔

"کون ہو تم اور کہاں جا رہی ہو؟"

ورشا نے چہرے کا نقاب اٹھا کر اسے دیکھا اور ڈانٹ کر کہا:
"تم ملکہ کی خاص کنیز کو بھی نہیں پہچانتے؟ میں ورشا ہوں۔ اور بادشاہ کے خاص حکم سے ایک ضروری کام پر جا رہی ہوں۔"
سپاہی نے جھک کر ادب سے کہا:
"معافی چاہتا ہوں حضور! مجھ سے غلطی ہو گئی۔"
اور ورشا محل کی دیوار سے گزر کر جھیل کے عقب والے درختوں میں سے ہوتی ہوئی ویران کھنڈروں میں پہنچ گئی۔ وہ بڑی پریشان تھی اور بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی کہ کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا۔ ویران کھنڈر میں آ کر اس نے ارژنگ کی تلاش شروع کر دی۔ وہ ایک پرانی خستہ دیوار کے قریب سے پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی گزر رہی تھی کہ پیچھے سے ارژنگ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ورشا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ارژنگ نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔
"گھبراؤ نہیں، یہ میں ہوں ارژنگ۔۔۔ تمہارا دوست۔"
ورشا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا:
"تم نے تو میری جان ہی نکال لی تھی۔ یہ بتاؤ کہ ہمارا راز کیوں کر فاش ہوا؟ وہ کون شخص ہے جس نے ہماری سازش کو بے نقاب کر دیا؟ ہم نے تو بڑی راز داری سے کام لیا تھا۔ کہیں گھوڑوں کے سوداگر نے تو غداری نہیں کی؟"
ارژنگ نے کہا:
"اس بے چارے نے تو ہماری خاطر اپنی جان کی قربانی دے دی ہے۔ اگر وہ اپنی جان قربان نہ کرتا تو اس وقت تمہیں بچانے کے لیے میں بھی زندہ نہ ہوتا۔"
اور پھر ارژنگ نے اسے الف سے لے کر یے تک ساری کہانی سنا ڈالی کہ کس طرح عنبر نام کا ایک سوداگر اپنے دوست ناگ کے

ساتھ گھوڑے خریدنے آیا اور کس طرح انہوں نے چھپ کر ہماری باتیں سن لیں اور پھر وہاں سے ملکہ چین کو باخبر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پھر کس طرح سوداگر نے انہیں قتل کرنا چاہا مگر خود سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہو گیا۔

''میں نے بڑی مشکل سے کھڑکی سے چھلانگ لگا کر اپنی جان بچائی؛ وگرنہ اس موذی سانپ نے مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑنا تھا۔''

ورشا گہری سوچ میں پڑ گئی۔

''پھر اب کیا ہوگا؟ ہم اپنی بن قوم کے سردار کو جا کر کیا منہ دکھائیں گے؟ اگر ہم ولی عہد کو قتل کیے بغیر واپس چلے گئے تو سردار ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

ارژنگ نے کہا:

''تم فکر نہ کرو! ارژنگ نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا۔۔۔ہم کوئی اور سازش کریں گے؛ مگر ولی عہد کو ہلاک کر کے ہی دم لیں گے۔''

ورشا نے کہا:

''اور سازش کیا ہو سکتی ہے؟ سارے محل میں لوگ میری شکل سے واقف ہو گئے ہیں۔ میں اب محل میں نہیں جا سکتی۔ اگر محل میں کسی نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میری تکا بوٹی کر دیں گے۔ بلکہ فوما نچو خود میری تکا بوٹی کر کے آدم خوروں کی طرح بھون کر کھا جائے گا۔''

ارژنگ نے کہا:

''ابھی کچھ روز ہمیں صبر سے کام لینا ہوگا۔ دوسری سازش ضرور تیار کی جائے گی اور اس دفعہ ہم اپنی سازش میں کسی کو شریک نہیں کریں گے اور کبھی ناکام نہیں ہوں گے۔''

ورشا نے کہا:

”وہ تو ٹھیک ہے، مگر سوال یہ ہے کہ ہم اس شہر میں کس جگہ چھپ کر رہیں گے۔ بادشاہ تو سارے شہر میں ہمیں شکاری کتے چھوڑ کر تلاش کروائے گا۔ اس کی نظروں سے کیسے بچ سکیں گے؟“

ارژنگ نے کہا:

”تم میرے ساتھ آؤ۔ یہاں سے سات کوس کے فاصلے پر ایک پہاڑی غار ہے۔ وہاں میں اکثر چھپا کرتا ہوں۔ اس غار کا منہ ایک تالاب کے کنارے ڈھلوان میں ہے اور وہاں گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی ہیں۔ ہم ابھی کچھ روز وہاں جا کر چھپتے ہیں۔ پھر جب حالات اچھے ہو گئے تو کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ اتنی دیر تک میں بھی کوئی مناسب ٹھکانہ تلاش کر لوں گا۔“

ورشا نے کہا:

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب اس کے سوا اور چارہ بھی کیا ہے۔ جلدی چلو یہاں سے۔۔۔ بادشاہ کے سپاہی ابھی ہماری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔“

دونوں گھوڑے پر سوار ہوئے اور غار کی طرف چل پڑے۔

ادھر بادشاہ فومانچو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے، آگ بگولا بنا شاہی حرم میں آن داخل ہوا اور چیخ کر بولا:

”کہاں ہے وہ ذلیل کنیز ورشا؟ اسے فوراً حاضر کیا جائے۔“

حرم کی کنیزوں کے رنگ اڑ گئے۔ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ بڑی کنیزیں اور خواجہ سرا سجدے میں گر پڑے۔ فومانچو نے ایک بار پھر گرج کر کہا:

”کہاں ہے ورشا؟“

ورشا کی تلاش شروع ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ ورشا غائب ہے۔۔۔

بادشاہ خود خفیہ رستے میں آ گیا۔ جہاں سے کنیزوں نے ورشا کو باہر

نکلتے دیکھا تھا۔ بادشاہ کے ساتھ ساتھ شاہی دستہ بھی خفیہ راستے سے نکل کر محل کی عقبی دیوار کے باہر آ گیا۔ یہاں کے پہرے دار سپاہی سے بادشاہ نے پوچھا:

"کیا تم نے ورشا کو یہاں سے گزرتے دیکھا ہے؟"

سپاہی تھر تھر کانپنے لگا:

"بادشاہ سلامت' وہ یہاں سے گزری تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بادشاہ کا خاص کام کرنے جا رہی ہے۔"

بادشاہ نے غصے میں آ کر تلوار کا ایک ہاتھ مارا اور سپاہی کی گردن اڑا دی۔

"یہ سزا ہے بادشاہ کے دشمن کو بھگا دینے کی۔"

فوما نچو نے اسی وقت فوج کو ساتھ لیا اور رتھوں پر سوار ہو کر اس پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ملکہ چین ولی عہد شہزادے کے ساتھ ٹھہری ہوئی تھی۔ شام کے وقت شاہی قافلہ پہاڑ پر پہنچ گیا۔

بادشاہ نے ولی عہد کو اپنے سینے سے لگا لیا اور ملکہ سے کہا:

"ملکہ' ہم خوش ہیں کہ تمہارا پیغام ہم تک پہنچا۔ لیکن افسوس کہ ورشا محل سے فرار ہو چکی تھی۔ مگر میں نے سپاہی اس کی تلاش میں چھوڑ دیے ہیں۔ وہ میرے پنجے سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ اب میں تمہیں اور ولی عہد کو یہاں ایک پل نہیں ٹھہرنے دوں گا۔ تمہیں ابھی میرے ساتھ محل میں واپس چلنا ہو گا۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ شہنشاہ چین فوما نچو اپنی ملکہ اور ولی عہد شہزادے کو لے کر فوج کی حفاظت میں راتوں رات واپس شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ آدھی رات کو بادشاہ کی سواری محل میں اتر گئی۔

اگلے روز شاہی دربار میں ہیروں کے شاہی چور مورتی کو طلب کیا گیا۔ عنبر اور ناگ بھی دربار میں موجود تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ

مورتی چور کی گردن کاٹ کر کتوں کے آگے پھینک دی جائے۔"

"اس بدبخت چور کو میری آنکھوں کے سامنے سے لے جاؤ۔۔

مجھے چوروں سے نفرت ہے۔ یہ ایک انتہائی گھٹیا کام ہے اور صرف

گھٹیا لوگ ہی چوری کرتے ہیں۔"

سپاہی مورتی کو دربار سے لے کر قلعے کی دیوار کے اوپر لے

گئے۔ یہاں ایک چبوترے پر کالے کپڑے پہنے ایک جلاد کلہاڑا لیے

مورتی کا انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ آئے اور اس کی گردن اتار دی

جائے۔ مورتی طور کو غش پر غش آ رہے تھے۔ وہ قدم قدم پر گر پڑتا

تھا۔ سپاہی ہنٹر مار مار کر اسے اٹھا رہے تھے اور زبردستی اپنے پاؤں پر

چلا رہے تھے۔ چبوترے کے پاس آ کر جلاد نے اسے گردن سے پکڑ

کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ زور سے ہاتھ مار کر اس کے کپڑے پھاڑ کر

گردن ننگی کر دی۔ پھر اسے زبردستی چبوترے کے پتھر پر جھکا کر لکڑی

کے شکنجے میں کس دیا۔ مورتی چیخ مار کر رونے لگا۔ جلاد نے کلہاڑا اٹھایا

اور کھٹاک سے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

برے کام کرنے والے کو برائی کی سزا مل گئی تھی۔

مورتی کی گردن اور دھڑ کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا گیا۔

عنبر اور ناگ شاہی محل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بادشاہ ان کی بڑی

عزت کرتا تھا۔

مگر عنبر اور ناگ کو سب سے زیادہ پریشانی اپنی بہن ماریا کے

بارے میں بھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے۔ اس

کے بارے میں انہیں کچھ بھی خبر نہیں ملی تھی۔

ادھر اب ذرا ماریا کا بھی حال دیکھیں کہ وہ کیا کر رہی ہے اور

کہاں ہے؟

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ دیوارِ چین کی طرف عنبر اور ناگ

کے بارے میں معلومات حاصل کرنے جارہی تھی۔ کیوں کہ اسے
معلوم تھا کہ وہاں دیوار چین کے اس دروازے پر جہاں سے مسافر
آتے جاتے ہیں ایک کتاب ہوتی ہے جس پر آنے جانے والوں کے
نام لکھے ہوتے ہیں۔

اگر عنبر اور ناگ واپس گئے ہوں گے تو ان کے نام ضرور وہاں
لکھے ہوئے ہوں گے۔ چلتے چلتے آخر ماریا دیوار چین کے پاس پہنچ
گئی۔ اس نے دیوار کے ساتھ ساتھ جنوب مشرق کی طرف چلنا
شروع کردیا۔ کیوں کہ بڑا دروازہ اسی طرف تھا۔

دیوار چین پر پہرے دار سپاہی تھوڑے فاصلے پر گشت لگا
رہے تھے۔ وہ بڑے صدر دروازے کے پاس آکر رک گئی۔ اب وہ
سوچنے لگی کہ کونسا ایسا طریقہ اختیار کرے کہ دروازے پر جو چوکیدار
سپاہی بیٹھا ہے اس کے رجسٹر میں سے عنبر اور ناگ کا نام تلاش
کرے۔ سوچ سوچ کر آخر اس نے ایک فیصلہ کیا۔۔ اپنے گھوڑے
کو ایک جگہ ٹیلے کی جھاڑیوں کے عقب میں چھپا کر باندھا اور خود چلتی
ہوئی بڑے دروازے کی ڈیوڑھی میں آگئی۔ وہ سب کو دیکھ رہی تھی مگر
اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ڈیوڑھی میں سپاہی ادھر ادھر چل پھر رہے تھے۔ ماریا بھی ان کے
درمیان بچ بچ کر چلتی ہوئی کہ کسی سے اس کا کندھا بھی نہ چھو جائے
اس چوکیدار کے پاس آگئی جو اپنے سامنے چوکی پر بڑا سا رجسٹر
کھولے بیٹھا تھا۔ اس میں ان لوگوں کے نام اور حلیے درج تھے جو شہر
سے باہر نکلتے تھے۔

ماریا اس چوکیدار سپاہی کے عقب میں جا کر کھڑی ہوگئی اور جھک
کر بڑے غور سے کھلی کتاب کو تکنے لگی۔ اب ضرورت اس بات کی تھی
کہ وہ ورق الٹ کر پیچھے بھی دیکھے۔ مگر یہ کیونکر ہوسکتا تھا؟

آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔

ماریا نے فرش پر گرا ہوا ایک پتھر اٹھا کر دوسری طرف پھینکا۔ اس کی آواز پر چوکیدار اٹھ کر دوسری طرف گیا تو ماریا نے کتاب کے ورق الٹے کر دیکھنے شروع کر دیے۔ مگر اسے کہیں بھی عنبر یا ناگ کے نام اور حلیے دکھائی نہ دیے۔ اُن لوگوں نے سرحد پار نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی چین میں ہی تھے۔ اتنے میں چوکیدار اندر آ گیا۔ اس نے جو اپنے آپ کتاب کے ورق الٹتے ہوئے دیکھے تو بڑا حیران ہوا۔ کیونکہ کمرے میں ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ ماریا نے ورق الٹنے بند کر دیے اور پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ چوکیدار نے ایک لمحے کے لیے بڑے غور سے کتاب کے ورق دیکھے اور پھر سر ہلا کر بیٹھ گیا۔

ماریا کمرے میں سے نکل کر ڈیوڑھی میں آ گئی۔ ڈیوڑھی میں سپاہی گھوم پھر رہے تھے۔ ایک سپاہی سے ماریا کا کندھا ٹکرا گیا۔ اس نے دوسرے سپاہی کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا بات ہے بڑے کندھے مار رہے ہو؟"

دوسرے سپاہی نے حیرانی سے کہا:

"میں نے تو تمہیں کندھا نہیں مارا۔"

پہلا بولا:

"بکواس کرتے ہو۔"

ان دونوں کی آپس میں تو تو میں میں شروع ہو گئی۔ ماریا ہنستی ہوئی ڈیوڑھی سے باہر نکل گئی۔ ٹیلے کی اوٹ میں آ کر اس نے دیکھا تو گھوڑا غائب تھا۔ جس جگہ اس نے گھوڑا باندھا تھا وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ماریا تو پریشان ہو گئی۔ گھوڑے کے بغیر تو وہ ایک قدم بھی نہ چل

سکتی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ کسی قافلے میں رتھ یا گھوڑا گاڑی پر سوار ہو کر واپس کیتھے جائے گی۔ مگر یہاں تو اس کا اپنا گھوڑا ہی غائب ہو گیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر گھوم پھر کر دیکھا کہ کہیں گھوڑا رسی تڑوا کر سیر سپاٹا نہ کر رہا ہو۔ مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا اور پھر درخت کے ساتھ رسی بھی نہیں تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی گھوڑے کو کھول کر لے گیا ہے۔

ماریا نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہاں کون اس کا گھوڑا کھول کر لے جا سکتا ہے۔ یہاں تو سارے سپاہی رہتے ہیں اور چین کے سپاہی بڑے ایماندار تھے۔ وہ چوری کبھی نہیں کرتے تھے اور پھر ان کے پاس اپنے گھوڑے موجود تھے۔ ان کی تنخواہیں بڑی بڑی تھیں۔ انہیں چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی بھلا؟ تو پھر یہ چوری کس نے کی تھی؟ چور کون تھا؟ ظاہر ہے وہ اسی علاقے میں کہیں ہو گا یا وہ گھوڑا لے کر دارالحکومت کی طرف روانہ ہو گیا ہو گا۔ اس طرح تو اس کا پیچھا کرنا بھی مشکل تھا۔ ماریا نے پہلے تو ہمت ہار دی۔ پھر اس نے سوچا کہ اس کا سفید گھوڑا بہت برق رفتار اور وفادار تھا۔ اسے اس کی ضرور تلاش کرنی چاہیے۔

گھوڑے کو دوبارہ حاصل کرنے کا پکا فیصلہ کر کے وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اس نے زمین پر گھوڑے کے قدموں کے نشان تلاش کرنے کی بہت کوشش کی۔ آخر اسے گھاس کے میدان میں سے نکل کر گھوڑے کے کھروں کے نشان نظر آ گئے۔ یہ نشان ایک گاؤں کی طرف جا رہے تھے جو قریب ہی تھا۔ ماریا چلتے چلتے اس گاؤں میں پہنچ گئی۔ نشان گاؤں سے بھی آگے نکل گئے۔ ماریا بھی نشانوں کا پیچھا کرتے کرتے گاؤں سے دور نکل گئی۔ یہاں اسے ایک مقام پر ایک ٹوٹی پھوٹی سی حویلی دکھائی دی۔ گھوڑے کے قدموں کے نشان اس

حویلی کی طرف جا رہے تھے۔ ماریا حویلی کے باہر آ گئی۔ حویلی کا بڑا دروازہ بند تھا۔ دیواروں کی اینٹیں جگہ جگہ سے اکھڑی ہوئی تھیں۔ ایک طرف سے چھپر ڈھے گیا تھا۔

گھوڑے کے قدموں کے نشان یہاں آ کر مٹی اور گھاس میں گڈ مڈ ہو گئے تھے۔ ماریا کھڑے ہو کر سوچنے لگی کہ گھوڑا یہاں کہاں ہو گا۔ حویلی کے اندر کون لوگ ہوں گے؟ کیا یہاں ڈاکو رہتے ہوں گے؟ آخر اس نے ہمت کر کے دروازے پر زور سے دستک دی۔ اندر سے کسی کی آواز نہ آئی۔ ماریا نے پھر دستک دی۔ اس دفعہ کسی نے آہستہ سے دروازہ کھول دیا۔ ماریا جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ ایک آدمی باہر نکلا جس کی شکل تبت کے رہنے والے لوگوں کی سی تھی۔ اس نے سر پر لوہے کا خود رکھا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور دوبارہ اندر چلا گیا۔ اس دوران میں ماریا دروازے میں سے گزر کر اندر جا چکی تھی۔ اندر ایک اور آدمی گھوڑے کو چارہ ڈال رہا تھا۔ یہ ماریا کا سفید گھوڑا تھا۔ اندر والے آدمی نے پوچھا:

"باہر کون تھا؟"

تبتی نے کہا:

"کوئی بھی نہیں تھا۔ میرا خیال ہی ہوا ہو گا۔"

دوسرے نے کہا:

"خبردار رہنا۔ یہاں اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ ہم نے گھوڑا چرایا ہے تو دیوار پر الٹا لٹکا دیں گے۔ یہاں چوری کی سزا موت ہے۔ پھر سے جا کر دیکھ آؤ باہر کوئی سپاہی تو نہیں ہے؟"

تبتی نے کہا:

"کہہ دیا ایک بار کہ باہر کوئی نہیں ہے۔ پھر بار بار کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے اس قسم کے سینکڑوں گھوڑے چرا کر بیچ

ڈالے ہیں۔ مجھے کوئی نہیں پکڑ سکتا۔"

ماریا سمجھ گئی کہ یہ لوگ چور ہیں اور گھوڑے چرا کر فروخت کرتے ہیں۔ اب وہ گھوڑا لے کر وہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ مگر دونوں چور گھوڑے کے آس پاس کھڑے تھے۔ گھوڑے نے ماریا کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا اور وہ ایک بو دار زور سے ہنہنایا تھا۔ ایک چور نے کہا:

"یہ ہنہنایا کیوں ہے؟"

دوسرا بولا:

"یہ تمہیں دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔"

"بکواس بند کرو۔"

"اچھا اب یہاں سے بھاگنے کی فکر کرو۔ گھوڑے کا مالک ضرور ہماری تلاش میں آئے گا۔ ایک مدت کے بعد سفید گھوڑا چوری کیا ہے۔ اس کے کافی پیسے مل جائیں گے۔ یہاں سے اسے لے کر جتنی جلدی نکل چلیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

چور نے کہا:

"پاگل آدمی اس وقت یہاں سے نکلنا خطرناک ہے۔ ذرا شام کا اندھیرا پھیلے تو نکلیں گے۔ یہ گھوڑا تو دور سے نظر آ جائے گا۔۔۔"

دوسرا بولا:

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ ابھی ہمیں شام کا انتظار کرنا پڑے گا۔۔"

"اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"اچھا تو تم ایسا کرو کہ گھوڑے کی حفاظت کرو۔ گاؤں جا کر کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔ مجھے بڑی بھوک لگی ہے اور پھر راستے میں بھی ہمیں کھانے پینے کی ضرورت پڑے گی۔"

"مگر جلدی واپس آجانا۔"

"فکر نہ کرو، ابھی گیا اور ابھی آیا سمجھو۔"

ایک چور حویلی میں سے باہر نکل گیا اور دوسرا چور گھوڑے کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا۔ پہلا چور جاتے ہوئے اسے کہہ گیا تھا:

"خبردار کوئی بھی آجائے، دروازہ مت کھولنا۔"

ماریا نے سوچا کہ اس چور کو یہاں سے کیسے بھگایا جائے؟ اس نے دروازے پر جاکر اندر سے دروازے پر دستک دی۔ وہ چور کو نظر تو نہیں آرہی تھی۔ وہ یہ سمجھا کہ باہر سے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ وہ اٹھ کر دروازے کے پاس آگیا اور بولا:

"کون ہے باہر؟"

باہر کوئی ہوتا تو جواب دیتا۔ باہر تو کوئی بھی نہیں تھا۔ چور واپس آکر پھر گھوڑے کے پاس بیٹھ گیا۔ ماریا نے اب کیا کیا کہ دروازے کے پاس جاکر اس کی کنڈی کھول دی اور دونوں کواڑ کھول دیے۔

دروازے کے کھلتے ہی چور ہڑبڑا کر اٹھا اور باہر آگیا۔ اس نے تلوار کھینچ لی تھی۔ تاکہ اگر کوئی سپاہی ہو تو اس کا مقابلہ کرے۔ مگر باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ ماریا اگر گھوڑے پر سوار ہو جاتی تو گھوڑا غائب تو ہو جاتا مگر وہ اسے لے کر باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ کیونکہ اس طرح اس کا سر دروازے کی چھت سے ٹکرا جاتا۔ ماریا کے لیے اب ایک ہی صورت باقی تھی؛ چنانچہ اس نے گھوڑے کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارا۔

گھوڑا زور سے اچھلا اور ہنہنایا۔ ماریا نے رسی کھول دی۔ گھوڑا باہر کی طرف بھاگا۔ ماریا ایک طرف ہوگئی۔ جونہی گھوڑا باہر نکلا چور نے لپک کر اس کی لگام تھام لی۔ کم بخت بڑا ہی دلیر گھوڑ سوار تھا وہ چور بھی۔ اس نے تھوڑی دور بھاگ کر گھوڑے کو روک لیا اور پچکارتا ہوا

حویلی کی طرف لے آیا۔ اب ماریا نے چور کو چاروں شانے چت گرانے کا فیصلہ کرلیا۔ کیونکہ وہ اس کے لیے خواہ مخواہ مصیبت کا باعث بن رہا تھا۔ وہ حویلی کے دروازے کے پاس آیا ہی تھا کہ ماریا نے زور سے ڈنڈا اس کے سر پر دے مارا۔ چور چکرا کر زمین پر گر پڑا اور بے ہوش ہوگیا۔ ماریا نے گھوڑے کی لگام تھام لی اور اوپر سوار ہونے ہی والی تھی کہ اچانک دوسرا چور وہاں آ گیا۔

اس نے جو اپنے ساتھی کو بے ہوش اور گھوڑے کو حویلی کے باہر دیکھا تو بھاگ کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ وہ گھوڑے کو بھگانے ہی والا تھا کہ ماریا نے ایک زوردار ڈنڈا اس کی کمر پر جما دیا۔ چور ہائے کہہ کر زمین پر گر پڑا۔ ماریا نے اس کے اٹھتے ہی دوسرا ڈنڈا بھی اس کے سر پر دے مارا۔ دوسرا چور بھی وہیں بے ہوش ہوگیا۔ ماریا کو ان پر بے حد غصہ آرہا تھا کہ خواہ مخواہ بیچ میں پڑ کر اس کا وقت ضائع کر رہے تھے۔۔۔

دونوں چوروں کو بے ہوش چھوڑ کر ماریا گھوڑے پر سوار ہوئی اور اس بڑی پتھریلی سڑک پر چل پڑی جو چین کے دارالحکومت پیکنگ کی طرف جاتی تھی۔

ماریا کو ہم چین کے راستے میں چھوڑتے ہیں اور ذرا ارژنگ اور کنیز ورشا کی خبر لیتے ہیں کہ وہ ان ولی عہد شہزادے کو اغوا یا قتل کرنے کے لیے کون سی نئی سازش کر رہے ہیں؟ عنبر اور ناگ تو بڑے ٹھاٹھ سے شاہی محل میں رہ رہے تھے۔ انہیں ماریا کی ضرور فکر تھی۔ ارژنگ اور ورشا شہر سے باہر والے پہاڑ کے غار میں چھپے ہوئے تھے۔

ارژنگ ایک روز فقیر کا بھیس بدل کر غار سے باہر نکلا۔ شہر آیا۔ وہاں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں اور اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ فومانچو ان کی تلاش میں ہے سپاہی فومانچو کے حکم سے شہر میں جگہ جگہ

چھاپے مار رہے ہیں۔۔ واپس غار میں آ کر اس نے ساری روئیداد ورشا کو سنا دی۔

ورشا نے کہا:

''فومانچو کے سپاہی یہاں بھی تلاش کرتے کرتے پہنچ جائیں گے ان کی مثال شکاری کتوں کی ہے۔ جس نے اپنے شکار کی بو سونگھ لی ہو۔ وہ شکار کو پکڑے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔''

ارژنگ بولا:

''ان کا باپ بھی اس غار میں نہیں پہنچ سکتا۔ یہ اس علاقے کی سب سے محفوظ ترین جگہ ہے۔ کسی کو اس غار کا علم نہیں ہو سکتا۔''

ورشا بولی:

''تم احمق ہو۔ ناسمجھ ہو۔ تم نہ تو فومانچو کو جانتے ہو اور نہ اس کی فوج کے سپاہیوں کو جانتے ہو۔ تم دیکھ لینا ایک نہ ایک دن وہ اس غار کے باہر کھڑے ہوں گے۔''

ارژنگ فکر مند ہو کر کہنے لگا:

''اگر تم سچ کہتی ہو تو پھر تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہم اس ملک کو چھوڑ کر باہر نہیں بھاگ سکتے۔ ہمارے سامنے دیوار چین کھڑی ہے۔ ہمیں بڑی آسانی سے گرفتار کر لیا جائے گا اور پھر ہمارا وہی حشر ہو گا جو مورتی چور کا ہوا۔ ہماری گردنیں اڑا کر شہر کے دروازوں پر لٹکا دی جائیں گی۔ سوال یہ ہے کہ ہم کب تک یہاں چھپے رہیں گے؟ ہمیں واپس جادوگرنی کے پاس جا کر اسے اطلاع دینی ہے اور آئندہ کیا کرنا ہے اس کے بارے میں اس سے ہدایات لینی ہیں۔''

ورشا نے کہا:

''ابھی تو ہمیں فومانچو کے سپاہیوں سے جو ہمیں تلاش کر رہے

ہیں۔ اپنی جان بچانی ہے اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم کسی طرح سے اس غار کے اندر ایک اور غار کھود لیں اور وہاں جا کر چھپ جائیں، تاکہ اگر سپاہی یہاں تک پہنچ بھی جائیں تو ہم ان کی نظروں سے اوجھل ہو سکیں۔"

ارژنگ کہنے لگا:

"ہم آج ہی یہ سرنگ کھودنا شروع کر دیں گے۔"

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ارژنگ نے غار کے اندر جا کر پتھروں کے درمیان ایک ڈھلانی جگہ پر سے زمین کھودنی شروع کر دی۔ ورشا پتھر ہٹاتی گئی۔ وہ دو روز تک غار کھودتے رہے۔ تیسرے روز انہوں نے دیوار میں نیچے کی جانب اتنی جگہ بنالی کہ وقت پڑنے پر وہاں جا کر چھپ جائیں اور کسی کی ان پر نظر نہ پڑ سکے۔ ارژنگ باہر سے جا کر اور پتھر اٹھا لایا۔ انہوں نے سرنگ کے منہ پر بے شمار چھوٹے بڑے پتھر اس طرح رکھ دیے کہ وہاں دیوار سی بن گئی اور سرنگ کا منہ اس طرح ڈھک گیا کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ غار سے باہر نکل آئے۔ تالاب میں انہوں نے غسل کیا۔ ارژنگ کا لایا ہوا کھانا بیٹھ کر کھایا۔ کھلی ہوا میں گہرے گہرے سانس لیے اور آرام کرنے کے لیے ایک بار پھر غار میں گھس گئے۔

چھٹے روز وہ غار کے اندر بیٹھے وہاں سے فرار ہونے کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک انہیں باہر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں باتیں کرتے کرتے خاموش ہو گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز غار کے پاس آ کر رک گئی۔ ارژنگ بھاگ کر غار کے منہ کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ فومانچو کی فوج کے خاص سراغ رساں سپاہی گھوڑوں سے اتر کر تالاب کے کنارے آرام کر رہے ہیں کوئی پانی پی رہا ہے کوئی نہا رہا ہے اور

کوئی گھوڑے کو پانی پلا رہا ہے۔ ایک سپاہی پتھروں کو غور سے دیکھتا غار کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا ارژنگ فوراً واپس مڑا۔ اس نے ورشا کو بتایا کہ سپاہی ان کی تلاش میں غار تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ ابھی سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے کہ ایک سپاہی غار کے اندر داخل ہو گیا۔

ارژنگ اور ورشا کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ بھاگ کر غار کے اندر والی سرنگ میں پناہ لے سکتے۔ ارژنگ نے ورشا کو دیوار کے ساتھ کر دیا اور خود تلوار کھینچ کر ایک بڑے سے پتھر کے نیچے چھپ گیا۔

سپاہی پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ننگی تلوار تھی۔ وہ غار کی دیواروں کو بڑے غور سے دیکھ بھی رہا تھا۔ ارژنگ پتھر کے پیچھے دم سادھے کھڑا تھا۔ پرلی طرف ورشا بھی سائے میں سانس روکے کھڑی تھی۔ سپاہی ارژنگ کے پتھر کے قریب پہنچ کر رک گیا اور کان لگا کر جیسے کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔

ایسے لگتا تھا جیسے اس نے ارژنگ کے سانس لینے کی آواز سن لی ہے۔ کیونکہ غار میں بڑی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ارژنگ نے سانس روک لیا۔ سپاہی بھی بت بن کر کھڑا رہا۔ آخر ارژنگ کب تک سانس روکتا؟ جب اس نے سانس چھوڑا تو سپاہی تلوار کھینچ کر پتھر کے سامنے آ کر چیخا۔

"باہر نکل آؤ جو کوئی بھی تم ہو۔"

موت ٹل گئی

ارژنگ تلوار سونت کر سامنے آ گیا۔

واگر وہ ایسا نہ کرتا تو سپاہی اسے تلوار مار کر ہلاک کر دیتا۔ اپنی جان بچانے کے لیے اسے سامنے آنا ہی پڑا؛ حالانکہ وہ بے خبری میں سپاہی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ جوں ہی وہ سامنے آیا چینی سپاہی نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو ارژنگ ہے جس کی تلاش میں وہ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اس نے چیخ مار کر کہا:

"ادھر آؤ میرے ساتھیو! ارژنگ یہاں موجود ہے۔"

وہ آواز دے کر اپنے ساتھی سپاہیوں کو بلانا چاہتا تھا مگر اس کی چیخ غار کے اندر ہی گونج کر رہ گئی۔ ارژنگ نے جب دیکھا کہ سپاہی نے اسے پہچان لیا ہے تو وہ اس پر ٹوٹ پڑا۔ سپاہی بھی ڈٹ کر سامنے آ گیا۔ دونوں کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ سپاہی بار بار اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے رہا تھا۔ یہ بات ارژنگ کے لیے بڑی خطرناک تھی۔

وہ جلدی سے جلدی سپاہی کی آواز ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینا چاہتا تھا۔ وہ پہلو بدل بدل کر پے در پے وار کرنے لگا۔ سپاہی بھی بڑا ماہر تلوار زن تھا۔ وہ ارژنگ کا ہر وار بچا جاتا۔ اب اس نے بھی بڑھ چڑھ کر حملے کرنے شروع کر دیے اور ایک طاقت ایسا آیا کہ اس نے ارژنگ کو نیچے گرا دیا۔ قریب تھا کہ وہ ارژنگ کے سینے میں تلوار گھونپ دیتا کہ ورشا نے پیچھے سے پتھر اٹھا کر بڑے زور سے سپاہی کے سر پر دے مارا۔

سپاہی کی آنکھوں کے سامنے نیلے رنگ کی بجلی سی کوندی اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی ارژنگ نے تلوار مار کر اسے ہلاک کر دیا اور لاش کو گھسیٹ کر اس سرنگ میں لے گیا جو انہوں نے اپنے

چھپنے کے لیے بنائی تھی۔ وہ خود بھی ورشا کے ساتھ سرنگ میں اتر کر چھپ گیا اور باہر سرنگ کے منہ کر پتھروں اور سوکھی جھاڑیوں سے اس طرح ڈھانپ دیا کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی سرنگ بھی ہے۔ سپاہی کی لاش ان کے قریب ہی پڑی تھی۔ زمین پر گرے ہوئے خون کو انہوں نے مٹی اور پتھر ڈال کر چھپا دیا تھا۔ ویسے بھی غار میں اتنی روشنی نہیں تھی کہ زمین پر گرا ہوا خون نظر آ جاتا۔

ورشا نے کہا:

”اگر میں پیچھے سے پتھر نہ مارتی تو اس سپاہی نے تمہاری جان لے لی تھی۔“

ارژنگ بولا:

”ہاں، میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر تم وقت پر حملہ نہ کرتیں تو اس نے میرا کام تمام کر دیا تھا۔ پھر تم بھی نہ بچ سکتی تھیں۔ تمہیں بھی سپاہی اپنے ساتھ لے جاتے اور بادشاہ کے حوالے کر دیتے اور بادشاہ تمہارے ساتھ جو سلوک کرتا اس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔“

ورشا نے کہا:

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے سپاہی کو ہلاک کر کے تمہاری نہیں، بلکہ اپنی جان بچائی ہے؟“

ارژنگ بولا:

”دونوں کی جان بچائی ہے۔۔۔ بہرحال اب یہ وقت اس قسم کی فضول باتوں کا نہیں۔ ہمیں خاموش رہ کر دیکھنا ہے کہ اس سپاہی کی تلاش میں اس کے ساتھی اندر آتے ہیں یا نہیں۔۔۔ کم بخت نے جانے کیسے اس غار کا منہ دیکھ لیا۔ اس کی موت اسے یہاں گھیر لائی تھی۔“

ورشا نے کہا:

"میرا خیال ہے وہ لوگ ادھر ضرور آئیں گے۔ کہیں انہیں اس سرنگ کا سراغ بھی نہ مل جائے؟ یہاں سے تو ہمیں کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔"

ارژنگ کہنے لگا:

"یہاں تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ باہر سے سرنگ کے منہ کو گھاس پھونس اور پتھروں سے اس طرح ڈھانپ دیا گیا ہے کہ انہیں کبھی شک بھی نہیں ہو سکتا کہ یہاں بھی کوئی سرنگ ہو سکتی ہے۔"

ورشا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا:

"شی۔۔۔ گھوڑوں کی ہنہنانے کی آواز آئی تھی۔"

ارژنگ بولا:

"ہاں میں نے بھی سنی تھی۔"

ٹھیک اس وقت غار کے باہر تالاب کے کنارے سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو کر جانے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ انہیں اپنے ایک ساتھی کے گم ہونے کی خبر ملی۔ انہوں نے اسے آوازیں دے کر پکارا۔ مگر وہ کسی جگہ بھی نہ ملا۔ وہ پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلتے تالاب کے کنارے غار کے منہ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں ان کا ایک گھوڑا ہنہنایا جس کی آواز اندر ارژنگ اور ورشا نے بھی سنی۔ ایک سپاہی نے بڑے غور سے دیوار کی طرف دیکھ کر کہا:

"ایسے لگتا ہے جیسے یہاں ضرور کوئی غار ہے۔"

دوسرا بولا:

"یہاں غار کہاں ہو گا یار، چھوڑو اسے۔"

تیسرا آدمی گھوڑے سے اتر کر بولا:

"میرا خیال ہے یہاں ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔"

اب وہ سارے سپاہی اسی جگہ رک گئے۔ ایک سپاہی نے آگے

بڑھ کر پتھروں کو ادھر ادھر ہٹایا تو سامنے غار کا منہ نظر آ گیا۔

"ارے یہ غار ہے۔ وہ ضرور اندر گیا ہوگا۔ چلو میرے ساتھ۔ اندر چل کر دیکھتے ہیں۔"

"سارے سپاہی اندر نہیں جا سکتے۔ ہم باہر کھڑے رہتے ہیں تم لوگ اندر جا کر دیکھو۔"

چھ سات سپاہی تلوار سونت کر غار کے اندر داخل ہو گئے۔ باقی سپاہی باہر کھڑے رہے۔ انہوں نے مشعلیں روشن کر لیں جن کی روشنی سے غار میں دن چڑھ آیا۔ ارژنگ اور ورشا نے سرنگ کے اندر چھپے چھپے سپاہیوں کی آوازیں سن لی تھیں۔ ورشا کا تو مارے خوف کے برا حال ہو رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کی موت کا وقت آ گیا ہے۔ ارژنگ بھی پریشان ہو گیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں سپاہی سرنگ کا بھی سراغ نہ لگا لیں۔ وہ دم سادھے سرنگ میں ورشا کے ساتھ ہی دبکا بیٹھا تھا۔ پاس ہی چینی سپاہی کی لاش پڑی تھی۔ اسے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ کہیں سپاہی مشعلوں کی روشنی میں زمین پر گرا ہوا خون نہ دیکھ لیں۔ اگرچہ اس نے خون کو مٹی اور پتھروں میں چھپا دیا تھا۔

جوں جوں سپاہی غار میں آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ورشا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سپاہی ہر قدم پر اپنے ساتھی سپاہی کو آوازیں بھی دے رہے تھے۔ ان کی آواز غار میں بھیانک گونج پیدا کرتی تھی۔ ارژنگ نے سوچ لیا تھا کہ اگر سپاہیوں نے اسے ڈھونڈ لیا تو وہ تلوار لے کر ان پر ٹوٹ پڑے گا اور کسی نہ کسی طرح غار سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ سرنگ کے اندر ایک قیدی بکرے کی موت مرنا اسے گوارا نہ تھا۔ سرنگ کی دیوار کی درز میں سے اس نے دیکھا کہ سپاہی مشعلوں کی روشنی میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

وہ سرنگ کے پاس آ کر رک گئے۔ انہوں نے مشعلیں لے کر چاروں طرف غار کی دیواروں کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ یہ مقام بڑا نازک تھا۔ ایک سپاہی مشعل لے کر سرنگ کی دیوار کے پاس بھی آیا۔ ورشا نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ ارژنگ نے سر نیچے کر لیا۔ مگر یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ سپاہیوں کو دیوار کی درز دکھائی نہ دی اور وہ یہی سمجھے کہ یہ ایک دیوار ہے جس پر جنگلی بیل چڑھی ہوئی ہے؛ حالاں کہ اگر وہ بیل کو پکڑ کر کھینچتے تو وہ ساری کی ساری ان کے ہاتھ میں آ جاتی اور سرنگ کے پتھر سامنے نظر آنے لگے۔

لیکن قدرت نے ارژنگ اور ورشا کی جان بچانی تھی۔

سپاہیوں کو سرنگ دکھائی نہ دی۔ پھر بھی خطرہ پوری طرح ٹلا نہ تھا۔ کیوں کہ ساتوں سپاہی اسی جگہ کھڑے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا:

"آخر وہ کہاں گم ہو گیا' ابھی تو ہمارے ساتھ تھا۔"

دوسرا بولا:

"تالاب سے پانی پی کر وہ کدھر گیا تھا؟ تمہیں کچھ معلوم ہے؟"

پہلے نے کہا:

"میں نے اسے اس غار کی طرف ہی آتے دیکھا تھا۔"

دوسرے سپاہی نے کہا:

"مگر وہ غار میں تو نہیں ہے پھر کہاں چلا گیا؟"

تیسرا سپاہی بولا:

"کہیں باہر نہ نکل گیا ہو۔"

پہلا سپاہی بولا:

"باہر نکل کر وہ کہاں جا سکتا ہے؟ وہ ضرور یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

تیسرے سپاہی نے رائے دی:

"یہاں اور کہاں چھپا ہوا ہوگا۔ غار تو یہاں آ کر بند ہو جاتا ہے۔"

ایک اور سپاہی بولا:

"کہیں اس غار میں کوئی دروازہ تو نہیں ہے۔"

دوسرا سپاہی پھر بولا:

"میں نے ایک ایک دیوار کو ٹھونک بجا کر دیکھ لیا ہے یہاں غار بالکل بند ہو جاتا ہے۔"

ارژنگ کی تو جان ہی نکل گئی کہ یہ کم بخت پھر سے غار کی تلاشی لینے لگے ہیں۔ مگر خیریت گزری کہ انہوں نے دیواروں کو پھر سے ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے کا خیال ترک کر دیا۔

"چلو اسے باہر چل کر دیکھتے ہیں۔ وہ ضرور پہاڑی کے اوپر چلا گیا ہوگا۔"

یہ کہہ کر سارے سپاہی غار سے نکل گئے۔ ان کے جاتے ہی غار میں گہری خاموشی اور ہلکا ہلکا اندھیرا ایک بار پھر چھا گیا۔ سرنگ کے اندر بیٹھے بیٹھے ارژنگ اور ورشا نے سکھ کا گہرا سانس لیا۔

ورشا نے آنکھیں بند کر کے کہا:

"اے عظیم دیوتاؤ! تمہارا شکر ہے کہ تم نے ہماری جان بچائی۔"

ارژنگ کہنے لگا:

"احمق عورت! دیوتاؤں کی بجائے میرا شکریہ ادا کرو۔ اگر میں یہ سرنگ نہ کھودتا تو تمہارے دیوتا بھی تمہیں نہ بچا سکتے تھے۔ تمہارے دیوتا دیکھتے رہ جاتے اور سپاہی تمہیں گرفتار کر کے لے جاتے۔"

ورشا بولی:

"بکواس بند کرو۔ تمہیں بھی دیوتاؤں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جنہوں نے ہمارے دماغ میں سرنگ کھودنے کا خیال ڈالا۔"

ارژنگ نے ورشا کو جھڑک کر کہا:

"اب چھوڑو ان فضول باتوں کو اور سرنگ سے نکل کر اس لاش کو کہیں ٹھکانے لگاؤ۔ یہاں ہمیں رہنا ہے اور ہمارے ساتھ لاش نہیں رہ سکتی۔"

ورشا کہنے لگی:

"مگر ابھی تو وہ غار سے باہر ہی ہوں گے۔"

ارژنگ بولا:

"میں جا کر دیکھتا ہوں۔"

ارژنگ سرنگ میں سے باہر نکل آیا۔ باہر آ کر اس نے سرنگ کے منہ پر دوبارا جھاڑیاں رکھیں اور دبے پاؤں چلتا ہوا غار کے دہانے پر آ گیا۔ یہاں ایک جگہ چھپ کر اس نے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔ سارے کے سارے سپاہی ابھی تک غار کے باہر تالاب کے کنارے کھڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ کچھ سپاہی پہاڑی کے اوپر گمشدہ سپاہی کو دیکھنے گئے ہوئے ہیں۔ سپاہی آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے۔

ایک کہہ رہا تھا:

"بادشاہ کو جا کر کیا منہ دکھاؤ گے۔ ورشا کمینی کو پکڑ لیا جاتا تو بہتر تھا۔"

"اور ارژنگ بھی تو ہاتھ نہیں آیا۔"

"بلکہ الٹا ہمارا ایک سپاہی گم ہو گیا ہے۔"

"شہنشاہ تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میرا تو خیال ہے کہ دونوں غدار چین چھوڑ کر بھاگ گئے

ہیں۔''

''مگر وہ دیوارِ چین اتنی آسانی سے عبور نہیں کر سکتے۔''

''ہو سکتا ہے وہ سمندر عبور کر کے جاپان کی طرف نکل گئے ہوں۔''

ارژنگ کو خیال آیا کہ وہ سمندر عبور کر کے جاپان کی طرف بھی بھاگ سکتا ہے۔ یہ ایک اچھا خیال تھا۔ اگرچہ سمندر عبور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا اور ویسے بھی سمندر وہاں سے بہت دور تھا۔ پھر بھی جب کوئی صورت باقی نہ رہے تو سوائے اس کے اور کیا چارہ ہو سکتا تھا۔

اتنے میں کچھ سپاہی پہاڑی سے اتر کر نیچے آ گئے۔

''کیوں دیوتا نگ کا کچھ پتہ چلا؟''

''نہیں ہم نے ساری پہاڑی چھان ماری ہے۔ اس کا کہیں سراغ نہیں ملا۔ وہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔''

''تمہارا خیال ہے کہ وہ بھگوڑا ہو گیا ہے؟''

''شاید۔''

''نہیں نہیں' ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ چین کی فوج کا سپاہی بھگوڑا نہیں ہو سکتا۔ وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے۔ یہ بادشاہ فومانچو کی حکومت ہے کوئی مذاق نہیں ہے۔''

''مگر سوال یہ ہے کہ وہ پھر کہاں چلا گیا؟''

''یہ ہم واپس محل میں جا کر معلوم کریں گے۔ اس وقت ہمیں فوراً محل میں واپس جانا چاہیے۔''

''چلو دوستو محل کی طرف۔''

اور سارے سپاہیوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑ لگائی اور

انہیں سرپٹ دوڑاتے ٹیلے کے ساتھ ساتھ تالاب کے کنارے کنارے میدان کی طرف نکل گئے۔

ان کے جاتے ہی ارژنگ فوراً واپس غار میں سرنگ کے اندر آیا۔ اس نے ورشا سے کہا کہ سپاہی وہاں سے چلے گئے ہیں۔

ورشا نے کہا:

"شکر ہے سر سے بلا ٹل گئی۔ اب ہمیں سپاہی کی لاش کو ٹھکانے لگانا ہوگا۔"

"اسی غار میں زمین کھود کر اسے دبا دیتے ہیں۔"

ارژنگ نے ایک جگہ سے پتھروں کو ہٹا کر زمین کھودنا شروع کر دی۔ کافی دیر کی محنت کے بعد اس نے ایک گڑھا کھود لیا۔ سرنگ میں سے وہ سپاہی کی لاش کو کھینچ کر باہر لے آئے۔ پھر لاش کو کپڑوں سمیت گڑھے میں پھینک کر مٹی اور پھر ڈال کر اسے بھر دیا۔

"اب کیا کریں؟ کیا اسی جگہ بیٹھ کر جادوگرنی کے پیغام کا انتظار کریں۔"

"جادوگرنی کا پیغام کبھی نہیں آئے گا ورشا۔"

"تو پھر یہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتے۔ آخر جائیں تو کہاں جائیں؟"

"میرے ذہن میں ایک خیال ہے۔"

"کیا؟"

ارژنگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"میں اپنی جن قوم کے سردار کے سامنے نا امید و ناکام ہو کر واپس جانا نہیں چاہتا۔ میں فومانچو سے اپنے دوستوں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا ہوں اور میں بدلہ اسی صورت میں لے سکتا ہوں کہ اس کے شہزادے کو قتل کر دوں۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ بھیس بدل کر شہر میں

سانپ کے کاٹے کا علاج کرنے والے جوگی کے روپ میں ایک دکان کرلوں۔ پھر کسی طرح ایک سانپ شاہی محل تک پہنچا کر شہزادے کو ڈسوادوں اور اس کا کام تمام کروادوں۔"

ورشا بولی:

"سازش تو بڑی اچھی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ تمہیں سانپوں کا تجربہ ہے؟"

"میں سانپوں کو پکڑنے کا کام خوب جانتا ہوں۔ بس یہ سکیم بڑی اچھی ہے۔ اس پر عمل کریں گے۔ تم اسی سرنگ میں چھپی رہو جب تک میں بھیس بدل کر شہر جاکر دکان کھولتا ہوں۔ پھر تمہیں بھی اپنے ساتھ وہاں سے لے جاؤں گا۔"

"بہتر ہے۔"

اگلے روز ارژنگ نے جوگی کا بھیس بدل لیا۔ اس بھیس میں وہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ خود ورشا کی نظریں دھوکا کھا گئیں۔ اسے حلیہ بدلنے میں بڑا کمال حاصل تھا۔ ارژنگ نے جھولا گلے میں ڈالا اور شہر کی طرف چل پڑا۔

بھوکی بستی

شہر میں آ کر ارژنگ خفیہ طور پر اپنے قبیلے کے آدمی سے ملا۔

سوداگر کے مرنے کے بعد شہر میں یہی ایک آدمی تھا جو ارژنگ کے قبیلے سے تھا اور کیتھے میں بن قوم کے سردار کی جاسوسی کرنے پر لگایا گیا تھا۔ یہ ایک معمولی سے محلے میں رہ رہا تھا اور لوگوں کی بھیڑ بکریاں چرا کر گزر اوقات کرتا۔ ارژنگ چھپ کر اسے ملا۔ اسے سارا حال سنایا۔ چرواہے نے اس سے پوچھا:

"سوداگر کی موت کے بعد تم شہر میں کہاں رہو گے اور یہ جوگیوں ایسا حلیہ تم نے کس لیے بنا رکھا ہے۔ اگر تم اپنا تعارف نہ کرواتے تو میں تمہیں نہیں پہچان سکتا تھا۔"

ارژنگ نے کہا:

"مجھ پر اب بھاری ذمے داری آن پڑی ہے۔ ورشا کو میں نے غار میں چھپا رکھا ہے۔ اسے بھی دن میں ایک بار کھانا دینے جانا ہوگا۔ پھر ولی عہد شہزادے کا کام تمام کرنے کے لیے نئی سازش بھی تیار کرنی ہوگی۔"

چرواہے نے کہا:

"یہ کام تو تمہیں کرنا ہی ہوگا۔ ویسے اگر تم چاہو تو ورشا کو کھانا پہنچانے کا کام میں اپنے ذمے لے سکتا ہوں۔"

ارژنگ نے کہا:

"نہیں نہیں، تم اپنا کام کیے جاؤ۔ تمہارے پاس پہلے ہی بہت کام ہے۔ سارے شہر کی روزانہ کی کارگزاری لکھ کر پیچھے بھجوانا معمولی کام نہیں ہے۔ میں یہ کام بھی خود ہی کر لوں گا۔ تم میرے لیے صرف اتنا کر دو کہ مجھے شہر کے اندر کسی جگہ ایک دکان لے دو جہاں میں اپنا کام

شروع کر سکوں۔ سانپوں کا بندوبست میں دو ایک دن میں کر لوں گا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں دکان تمہیں لے دوں گا۔ لیکن تم نے سوچا کیا ہے؟"

"کس کے بارے میں؟"

"ولی عہد کے قتل کے بارے میں؟"

ارژنگ ابھی کسی کو بھی اپنا راز نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا:

"ابھی میں نے کچھ نہیں سوچا۔ دو ایک دن کے اندر اندر کوئی فیصلہ کر لوں گا۔"

چرواہے نے شہر کے اندر ارژنگ کو ایک دکان دلوا دی۔ ارژنگ جنگل میں سے سانپ پکڑ لے آیا اور ان کو چھوٹے بڑے مٹی کے مرتبانوں میں بند کر کے دکان میں سجا دیا۔ اس نے یہی مشہور دیا کہ وہ سانپ کے کاٹے کا علاج کرتا ہے۔ وہ صرف آدھی رات کے وقت روٹی اور دودھ لے کر تالاب والے غار میں جاتا اور ورشا کو کھانا کھلا کر اور دوسرے دن کا کھانا وہاں رکھ کر واپس اپنی دکان پر آ جاتا۔ محلے میں اس نے اپنے آپ کو بڑا شریف اور نیک مشہور کر رکھا تھا۔ وہ ہر ایک کے ساتھ حلیمی اور نرمی سے گفتگو کرتا۔ یوں وہ ایک مکار لومڑی کی طرح بکری کی کھال پہن کر وقت کا انتظار کرنے لگا۔

ماریا چین کی سرحد کے اندر سفر کر رہی تھی۔

ارژنگ کو شہر کیتھے میں اس کی سانپوں کی دکان پر چھوڑ کر اب ہم ماریا کی طرف جاتے ہیں جو چین کے دارالحکومت کی طرف سفر کر رہی تھی۔ اسے سفر کرتے ہوئے تیسرا دن تھا اور وہ رات کو سفر کرتی برابر آگے بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ راستے میں کہیں کہیں آبادیاں بھی آ جاتیں۔ اس زمانے میں چین میں دوسرے ملکوں کی طرح بہت کم

آبادی تھی۔ جنگل میں رات بسر کرنے میں بڑی آسانی تھی۔ ماریا بڑے مزے سے کسی جگہ گھوڑا باندھ کر سو جاتی۔ آبادی میں آ کر اسے بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا۔ کوئی اس کا گھوڑا کھول کر نہ لے جائے۔ وہ خود تو غائب ہے۔ کہیں کوئی گاڑی اس کے اوپر سے نہ گزر جائے۔

کسی کے گھر میں وہ جا نہیں سکتی تھی۔ غائب حالت میں وہ کسی سے کیا کہے کہ وہ رات بسر کرنا چاہتی ہے۔ لوگ اس کی آواز سن کر ہی بھاگ جاتے تھے۔ کیونکہ اس کی آواز تو سنائی دیتی تھی مگر صورت شکل نظر نہ آتی تھی۔ وہ کوشش کرتی کہ اسے جنگل میں ہی رات آئے اور وہ آرام سے رات بسر کرے۔ لیکن اس وقت اسے شام ایک بستی کے قریب آ رہی تھی۔ اس بستی کے مکانوں کو اس نے دور ہی سے ایک پہاڑی کی ڈھلان اترتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سورج ابھی پوری طرح غروب نہیں ہوا تھا۔ دھوپ کافی ڈھل گئی تھی اور اس کا رنگ سنہری ہو گیا تھا۔ ماریا ڈھلان اتر کر بستی کے آس پاس آ گئی۔ یہ کافی بڑی بستی تھی اور ایک قصبہ لگ رہی تھی۔ قصبے کے باہر غلے کی منڈی بھی لگی تھی۔ جہاں بیوپاری اناج وغیرہ خرید رہے تھے۔ وہاں کافی لوگ جمع تھے۔

ماریا ان سب لوگوں سے بچ کر نکل جانا چاہتی تھی۔ تاکہ وہ بستی سے باہر نکل کر دور کسی ویران جگہ پر رات بسر کرے۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ اب اسے بھوک بھی سخت لگ رہی تھی۔ پیاس کا علاج تو اس نے راستے میں ندی کا پانی پی کر کر لیا تھا۔ لیکن بھوک کا اس کے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی تندور پر جا کر روٹی خریدے۔ روٹی خریدنے کے لیے اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔ سارے کے سارے پیسے اس کے راستے میں سفر کرتے خرچ ہو گئے

تھے۔مجبوراً اسے قصبے میں سے ہو کر گزرنا پڑا۔

اس کا خیال تھا کہ وہ کسی نانبائی کی دکان پر جا کر ایک روٹی اٹھا لے گی اور کھا لے گی۔لیکن اس کے دل نے گوارا نہ کیا کہ وہ چوری کرے اور نانبائی سے روٹی لے کر اسے پیسے نہ دے۔سوچ سوچ کر اس نے ایک ترکیب سوچی۔اس نے سوچا کہ وہ اپنے گلے کے چاندی کا ہار اتار کر نانبائی کے تھال میں رکھ دے گی اور وہاں سے روٹی اٹھا لے گی۔یہ سوچ کر وہ بستی کے بڑے بازار میں داخل ہو گئی۔ اتفاق سے بستی کے بڑے بازار میں ایک بھی نانبائی کا تندور نہیں تھا۔ یہاں ساری کی ساری دکانیں کچے آٹے اور کچے چاولوں کی تھیں۔ پھل کی بھی کوئی دکان نہیں تھی۔

ماریا چلتے چلتے ایک گلی میں سے گزرنے لگی۔اس کا خیال تھا کہ وہ گلی کی دوسری جانب جا کر کوئی تندور تلاش کر لے گی۔یہاں بڑے ہی غریب لوگوں کے کچے کچے مکان تھے۔یہ ایک غریب واڑہ تھا۔ ہر طرف مفلسی ٹپک رہی تھی۔ماریا کو ایک مکان میں سے دو بچوں کے رونے کی آواز سنائی دی،۔وہ رک گئی۔آواز اس قدر درد بھری تھی کہ وہ ایک قدم آگے نہ اٹھ سکی۔۔۔یوں لگتا تھا جیسے بچے بھوک سے بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ماریا گھوڑے سے اترنے لگی تو اسے خیال آیا کہ اس کے اترتے ہی گھوڑا ظاہر ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے یہاں سے کوئی اس کا گھوڑا ہی کھول کر لے اڑے۔اس نے گھوڑے کو کچے مکان کی دوسری طرف جنگلی تھوہر کی کانٹے دار بیل کے پیچھے کھڑا کر دیا اور خود چپکے سے کوٹھڑی کے باہر آ کر کھڑی ہو گئی۔اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔پھر بھی وہ احتیاط سے کام لے رہی تھی کہ کوئی اس کے قدموں کی آواز بھی نہ سنے۔

کچی کوٹھڑی کے سامنے پھٹا ہوا بوریا لٹک رہا تھا۔اندر سے بچوں

کے رونے کی آواز برابر آ رہی تھی۔ ماریا نے بڑی احتیاط سے پردہ ایک طرف کیا اور کوٹھڑی میں آ گئی۔ اس کوٹھڑی کی چھت میں ایک کافی بڑا سوراخ تھا جس میں سے شام کی دھوپ کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک عورت غمگین صورت بنائے چولہے پر ہنڈیا چڑھائے بیٹھی ہے اور اس کے قریب بیٹھے ہوئے چار بچے رو رہے ہیں۔ وہ باری باری سب کو چپ کرا رہی ہے اور خود بھی روتے ہوئے کہہ رہی ہے:

''میرے بچو! میں شوربہ پکا رہی ہوں۔ ابھی تمہیں ڈال کر دیتی ہوں۔''

بچوں کے آگے لکڑی کے خالی کٹورے پڑے ہیں۔ ماریا بڑی حیران ہوئی کہ یہ اتنی دیر سے چولہے پر ہنڈیا رکھے بیٹھی ہے۔ بچے رو رہے ہیں اور اس نے ایک بار بھی ہنڈیا کا ڈھکنا اٹھا کر نہیں دیکھا۔

اتنے میں ایک بوڑھا چینی اندر آیا۔ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور وہ لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔

عورت نے بوڑھے سے پوچھا:

''پیسے ملے بابا؟''

بوڑھے نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا:

''نہیں بیٹی! جاگیردار نے کہا ہے پیسے نہیں ہیں۔ نہ پیسے ملے، نہ روٹی ملی۔ جاگیردار ظالم ہے بیٹی! وہ دولت مند ہے۔ ہم غریب ہیں۔ اسے ہمارے بچوں کی بھوک کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ اس کے بچے سونے کا نوالہ کھاتے ہیں۔ ہمارے بچوں کو روٹی کا سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ملتا۔''

عورت نے کپڑا منہ کے آگے رکھ کر رونا شروع کر دیا۔۔۔

بوڑھے نے کہا:

"یہ ہنڈیا میں کیا چڑھایا ہے؟"

عورت نے سسکتی آواز میں کہا:

"بچوں کا دل بہلانے کے لیے انہیں حوصلہ دینے کے لیے ہنڈیا میں گرم پانی ڈال کر ابال رہی ہوں۔ اس خیال سے کہ ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی دیکھ کر یہ روئیں گے نہیں اور سو جائیں گے۔"

بوڑھے نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"کل سے ہم سب کو فاقہ ہے۔ ہم سے فاقہ برداشت نہیں ہوتا۔ پھر یہ معصوم بچے کیسے بھوک برداشت کریں گے۔ ان کو بھلا نیند کہاں آئے گی۔ اب تو خدا سے یہی دعا ہے کہ وہ ان بچوں کو اٹھا لے۔ مجھ سے میرے پوتوں کے فاقے نہیں دیکھے جاتے۔"

عورت نے رو کر کہا:

"بابا! ایسا نہ کہو۔ میں مر جاؤں اگر میرے بچے زندہ نہ رہیں۔"

"مگر بیٹی انہیں کھانے کو نہیں ملے گا تو وہ زندہ کیسے رہیں گے؟ تم بھی خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمارے پردے رہنے دے اور ہمیں اس دنیا سے اٹھا لے۔ ظالم بادشاہ اور جاگیرداروں کے راج میں غریب کے بچے بھوکے ہی مرا کرتے ہیں۔"

عورت نے روتے ہوئے کہا:

"بابا! کیا ہماری کبھی نہیں سنی جائے گی؟"

بوڑھے نے کہا:

"شاید کبھی اس زمین پر بھی غریب کی سنی جائے گی۔ اس وقت چین ایک جنت ہوگا۔ یہاں پر مزدوروں اور کسانوں کا راج ہوگا اور کوئی بھوکا نہیں رہے گا۔۔۔ مگر بیٹی وہ بڑی دور کی بات ہے۔ ابھی تو ہم جاگیرداروں اور نوابوں کے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔"

ماریا نے دردناک منظر ایسا زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے تو اپنی

بھوک بھول گئی۔ اس کی آنکھوں میں اس غریب عورت' اس کے بچوں اور بھوکے بابا کی حالت دیکھ کر آنسو بھر آئے۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ جب تک اس بھوکے خاندان کو کھانا نہیں کھلائے گی۔ خود بھی بھوکی رہے گی۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ وہ اس ظالم جاگیردار سے۔ اس کے ظلم کا بدلہ لے گی۔ جس نے اس بوڑھے مزدور کی مزدوری نہ دے کر بچوں کو بھوکا رکھا ہے۔ سب سے پہلے تو اس نے ان بچوں کو روٹی کھلانے کی فکر کی اور وہاں سے باہر نکل آئی۔ گھوڑے کو اس نے وہیں چھوڑا اور گلی میں سے نکل کر دوسرے بازار میں آ گئی۔ یہاں اسے ایک جانب سے مکئی کی تازہ تازہ روٹیوں کی خوشبو آئی۔ وہ اس خوشبو کے ساتھ ساتھ چلتی ایک نانبائی کی دکان پر آ گئی۔ یہاں روٹیاں ایک تھال میں رکھی تھیں اور نانبائی لوگوں سے پیسے لے کر روٹیاں فروخت کر رہا تھا۔ ماریا نے جلدی سے تھال میں سے چھ سات روٹیاں اٹھا لیں اور اس کی جگہ اپنے گلے کا چاندی کا ہار اتار کر رکھ دیا۔

نانبائی نے جو تھال میں سے روٹیوں کو غائب ہوتے اور پھر چاندی کے ہار کو وہاں گرتے دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے جلدی سے ہار اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور بولا:

''لوگو یہ ہار میری بیٹی کا ہے۔ کل سے گم ہو گیا تھا۔ اب مل گیا۔''

لوگوں نے یہی سمجھا کہ نانبائی ٹھیک کہہ رہا ہوگا۔ کسی نے اس کی طرف دھیان نہ دیا ماریا نے بھی ضرورت محسوس نہ کی کہ نانبائی کے جھوٹ کا پول کھولے۔ اسے اس وقت بھوکے بچوں کا خیال آ رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی گلی میں سے گزر کر واپس کچے مکان میں پہنچی۔ وہاں ابھی تک بچے رو رہے تھے۔ ماریا نے جاتے ہی مکئی کی روٹیاں ان کے درمیان پھینک دیں۔ روٹیاں چھت پر سے گرتی دیکھ کر عورت اور

بوڑھے کی آنکھیں کھل گئیں۔

"یہ کہاں سے آ گئیں بیٹی؟"

عورت نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

"آسمانوں کے رب نے ہماری دعا سن لی۔ میرے بچوں کی فریاد سن لی۔

اس نے اسی وقت روٹی توڑ کر بچوں کے منہ میں ڈالی۔ بچے خوش ہو کر روٹی کھانے لگے۔ بابا اور عورت نے بھی بڑے سکون کے ساتھ روٹی کھانا شروع کر دی۔ وہ روٹی کھاتے رہے اور ماریا ایک طرف کھڑے بڑے اطمینان سے انہیں دیکھتی رہی۔ اس کے دل کو سچی خوشی مل رہی تھی۔ کھانا کھا کر پانی پی کر ان کی جان میں جان آئی۔ عورت نے بچوں کو سلا دیا۔ بوڑھا بھی سو گیا۔ اب عورت اکیلی رہ گئی۔ اس نے زمین پر جھک کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور خدا سے اس کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے لگی۔

جب وہ خدا کی عبادت کر چکی تو ماریا نے آہستہ سے کہا:

"میری بہن! میں ایک آسمانی روح ہوں اور تم سے یہ پوچھنے آئی ہوں کہ وہ جاگیر دار کہاں رہتا ہے، جس نے تمہارے بابا کی مزدوری نہیں دی۔ جو تمہارے بابا کی مزدوری مار کر اپنے بچوں کو سونے کا نوالہ کھلاتا ہے اور تمہارے بچوں کو بھوکا مارتا ہے۔"

عورت تو دنگ سی ہو کر رہ گئی۔

وہ گرتے گرتے بچی۔ ماریا نے اسے پھر حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"گھبراؤ نہیں میری بہن! میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ میں تمہاری محبت کی وجہ سے آئی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ وہ جاگیر دار کہاں رہتا ہے؟"

عورت نے خشک اور سہمی ہوئی آواز میں کہا:

''اس بستی سے باہر۔۔۔اس۔۔۔اس کا ایک محل ہے۔۔۔
وہ۔۔۔اس محل میں رہتا ہے۔۔۔''

''شکریہ' میں جا رہی ہوں۔ خدا تم سے خوش رہے۔ اب
تمہارے بچے کبھی رات کو بھوکے نہیں سویا کریں گے۔ میں جاگیردار
سے تمہارے بابا کی مزدوری لینے جا رہی ہوں۔ میں پھر آؤں
گی۔۔۔خدا حافظ۔۔۔''

''خدا حافظ۔''

عورت بھونچکی سی ہو کر کوٹھڑی میں دیکھتی رہ گئی اور ماریا بوریا اٹھا
کر باہر نکل گئی۔ اب رات ہو گئی تھی۔ گلی میں کہیں کہیں مشعلیں روشن
ہو گئی تھیں۔ ماریا نے اپنا گھوڑا کھولا۔ اس پر سوار ہوئی اور بستی سے
باہر نکل آئی۔ جاگیردار کا محل اسے بستی سے نکلتے ہی سامنے دکھائی
دینے لگا۔ وہ سب سے اونچی عمارت تھی اور اس میں جگ مگ جگ مگ
روشنیاں ہو رہی تھیں۔

زہریلی بانسری

جاگیردار کے محل کے پاس جا کر ماریا رک گئی۔

محل کے پچھواڑے ایک چھوٹا سا درختوں کا ذخیرہ تھا۔ ماریا نے اس ذخیرے میں گھوڑے کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور خود جاگیردار کے محل کی طرف آ گئی۔ محل کے دروازے پر چوکیدار پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا اس کی نظریں بچا کر محل کے اندر داخل ہو گئی۔

ماریا یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ جس بستی میں غریبوں کے بچے بھوک سے بلک بلک کر مر رہے ہیں اس بستی میں ایک آدمی اتنے ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی بسر کر رہا ہے اسے غریبوں کے بھوکے بچوں کا ذرا سا بھی احساس نہیں ہے۔

محل کے صحن میں فوارہ چل رہا تھا۔ مشعلیں جگہ جگہ روشن تھیں۔

نوکر چاکر بڑے خوش و خرم کام کاج میں لگے تھے۔ رات کے کھانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ماریا نوکروں وغیرہ سے بچتی بچاتی جاگیردار کے محل کے اندر آ گئی۔ یہاں کھانے کی میز لگی تھی جس پر قسم قسم کے مزے دار کھانے چنے ہوئے تھے۔ موٹے پھولے ہوئے پیٹ اور لال لال چقندر ایسے چہرے والا جاگیردار بڑی سی چاندی کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے خوشامدی ساتھی میز کے ارد گرد بیٹھے جاگیردار کی تعریفیں کر رہے تھے۔ ماریا کو سخت غصہ آیا کہ یہ شخص یہاں اتنے عیش و آرام سے ہے اور ایک غریب بوڑھے کو اس کی محنت کی مزدوری بھی نہیں دیتا جس سے اس نے اپنے بچوں کو روٹی کھلانی تھی۔

جاگیردار قہقہے لگا رہا تھا۔ ماریا ایک طرف کھڑی ہو کر یہ تماشا دیکھتی رہی۔ اتنے میں وہاں دو چار نوکر ایک لڑکے کو پکڑ کر لے آئے۔

جاگیردار نے پوچھا:

"اسے کیوں پکڑ لائے ہو؟"

نوکر نے جھک کر کہا:

"حضور! اس نے باورچی خانے میں سے مرغی کا ایک انڈا چرا لیا ہے۔"

جاگیردار نے کہا:

"کیوں لڑکے! تو نے انڈا کیوں چرایا؟"

لڑکے نے روتے ہوئے کہا:

"حضور! میری ماں بیمار ہے۔ حکیم جی نے کہا تھا کہ بیمار ماں کو انڈا کھلاؤ گے تو وہ تندرست ہو جائے گی۔ حضور! ہمارے پاس کھانے کو روٹی بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ انڈا کہاں سے لائیں میں نے اسے باورچی خانے سے چرا لیا۔"

جاگیردار نے کڑک کر کہا:

"تیری یہ ہمت کہ ہمارے باورچی خانے سے تو انڈا چوری کرے۔"

لڑکے نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"حضور! معاف کر دیں۔ غلطی ہو گئی۔ معاف کر دیں۔"

جاگیردار نے غصے میں کہا:

"کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اسے میرے سامنے کوڑے لگاؤ۔"

نوکر تو جیسے پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ انہوں نے جھک کر آداب کیا اور کوڑا نکال کر لڑکے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ لڑکے کی چیخیں نکل رہی تھیں اور ظالم جاگیردار اور اس کے خوشامدی قہقہے لگا رہے تھے۔ ماریا سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ ایکدم آگے بڑھی اور اس نے ہٹے کٹے نوکر کے ہاتھ سے ہنٹر چھین لیا۔ نوکر تو ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ ہنٹر اس

کے ہاتھ سے غائب ہو گیا تھا۔ جاگیردار نے کہا:

"کم بخت اسے مارتے کیوں نہیں؟"

نوکر نے کہا:

"حضور ہنٹر کسی نے چھین لیا ہے۔"

"کون ہے جس نے ہمارا ہنٹر چھینا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی شڑاپ کی آواز آئی اور ماریا نے نوکر کو ہنٹر سے مارنا شروع کر دیا۔ نوکر بلبلا اٹھا اور چلاتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔

دوسرے نوکر نے اسے بچانے کی کوشش کی تو ماریا نے اسے بھی ہنٹروں سے دھڑا دھڑ مارنا شروع کر دیا۔ وہ بھی شور مچاتا، چیختا چلاتا بھاگ گیا۔ یہ سارا تماشہ جاگیردار اور اس کے خوشامدی دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔۔۔ انہیں ہنٹروں کی آوازیں بھی آ رہی تھیں اور نوکر بھی تڑپتے دکھائی دے رہے تھے۔ مگر نہ تو مارنے والا دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہنٹر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اپنی چاندی کی کرسی پر سے اتر آیا۔

اس نے اپنے خوشامدیوں کی طرف دیکھ کر کہا:

"یہ نوکر کمینے بہانہ بنا رہے ہیں۔ مکر کر رہے ہیں۔ میں خود ان کی خبر لیتا ہوں۔"

جاگیردار آگے بڑھا تو ماریا نے اس کے پھولے ہوئے پیٹ پر ایک زوردار ہنٹر مار دیا جاگیردار تڑپ اٹھا:

"ارے ظالم مار ڈالا۔۔۔"

اس کے خوشامدی اسے بچانے کے لیے آگے بڑھے۔ ماریا پیچھے ہٹ گئی۔ کیونکہ وہ اتنے بڑے ہجوم کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے پکڑے جانے کا اندیشہ تھا۔ ٹھیک ہے کہ وہ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن کوئی نہ کوئی اسے چھپٹا مار کر پکڑ ضرور سکتا تھا۔ وہ ایک طرف ہٹ

کر کھڑی ہو گئی۔ جاگیردار نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا:

”کوئی بھوت پریت تھا۔ بھاگ گیا۔ میرے آتے ہی بھاگ گیا۔ بھلا وہ میرا مقابلہ کر سکتا تھا؟“

خوشامدی ایک زبان ہو کر بولے:

”سرکار! آپ کا مقابلہ بھلا کون مائی کا لال کر سکتا ہے۔ آپ تو سارے چین میں ایک ہی بہادر اور دلیر جاگیردار ہیں۔“

جاگیردار نے خوش ہو کر کہا:

”آؤ کھانے پر ٹوٹ پڑو دوستو! میں نے آج تمہارے لیے کتنے ہی سالم بکرے پکوائے ہیں اور چاول خاص طور پر زعفرانی پانی میں ابالا ہے۔ میں نے سفید موروں کے کباب بنوائے ہیں اور سمرقند کے ہرنوں کے تکے لگوائے ہیں۔ کھاؤ پیو اور خوش ہو جاؤ۔“

خوشامدی خوشی سے نعرے لگاتے ہوئے میز کی طرف بڑھے جو کھانے سے لدی ہوئی تھی۔ ماریا کو بڑا طیش آیا کہ یہ لوگ یہاں بیٹھے سفید موروں کا گوشت کھا رہے ہیں اور بستی کے اندر غریب مائیں اپنے اور اپنے بچوں کے لیے سوکھی روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترس رہی ہیں۔ ماریا آگے بڑھ کر کھانوں سے لدے ہوئے میز کے پاس گئی اور اس نے سالن کے پیالے اٹھا کر ایک ایک کر کے خوشامدیوں پر پھینکنے شروع کر دیے۔ وہ تو سارے ہڑبڑا گئے۔ ان کے کپڑے سالن سے تربتر ہو گئے۔ چہروں پر چوٹیں آ گئیں وہ چیختے ہوئے بھاگنے لگے۔ جاگیردار آگے بڑھا تو ایک تانبے کا پیالہ کھٹاک سے اس کے ماتھے پر آن لگا۔ سارا سالن اس کے لباس پر گر پڑا۔ اور پیشانی سے خون بہنا شروع ہو گیا۔

جاگیردار بھی شور مچاتا وہاں سے بھاگ گیا۔

گھر کے نوکر چاکر اس کی مدد کو آئے۔ انہیں بھی شوربے کے

پیالے لگے اور وہ بھی وہاں سے اٹھ کر دوڑے۔ ماریا نے جاگیردار کا
پیچھا کیا۔ وہ ایک کمرے میں جا کر بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ ماریا اندر آ گئی۔
موٹا ہونے کی وجہ سے وہ ہانپ رہا تھا۔ ماریا کو بڑا غصہ تھا کہ اس نے
معصوم بچے کو کوڑے لگوائے تھے۔ اس نے فرش پر سے ایک ریشمی
رسی اٹھائی اور اسے جاگیردار کی گردن کے گرد کس دیا۔ جاگیردار نے
زور سے چیخ ماری۔ چیخ کی آواز سن کر لوگ اس طرف دوڑے۔ ماریا
نے اسے پوری طاقت سے کھینچ کر فرش پر پھینک دیا اور خود پرے ہٹ
کر کھڑی ہو گئی۔

جاگیردار کی گردن میں ریشمی رسی گھس گئی تھی اور وہاں سے خون
رسنے لگا تھا۔ یہ غریبوں کا خون تھا جو باہر نکل رہا تھا۔ نوکروں نے
جاگیردار کے گلے سے رسی اتاری اور اسے بستر پر لٹا دیا۔ جاگیردار
درد کی شدت سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ فوراً حکیم صاحب کو بلایا گیا۔
حکیم نے آ کر جاگیردار کو کوئی سفوف سنگھایا۔ جاگیردار ہوش میں آیا
اور پھر چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ ماریا وہاں سے باورچی خانے میں
آ گئی۔ یہاں سے اس نے ہرن، مور اور تیتر کا بھنا ہوا گوشت اور سوکھی
مچھلیاں اٹھا کر تھیلے میں ڈالیں اور محل سے باہر آ کر گھوڑے پر سوار ہو
کر غریب بوڑھے کے جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس کے
جھونپڑے میں دیا بھی نہیں جل رہا تھا۔ ماریا نے چپکے سے کھانے
پینے کی چیزیں جھونپڑی کے اندر رکھیں اور وہاں سے چل دی۔ رات
کو خاموشی میں بستی سنسان تھی۔ صرف جاگیردار کے محل میں شور مچا ہوا
تھا۔ ماریا کے دل کو سکون ہو گیا کہ اس نے جاگیردار سے بوڑھے کی
غریبی اور معصوم بچے کے ظلم کا بدلہ لے لیا ہے۔

وہ راتوں رات بستی سے باہر نکل آئی اور رات بسر کرنے کے
لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگی۔ اندھیرے میں وہ کسی جنگل

میں رات بسر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ جنگل میں رات بسر کرنے
کے لیے وہ ہمیشہ شام کے وقت جگہ چن لیتی تھی اور پھر اسے اچھی
طرح صاف ستھرا کر لیتی تھی تا کہ کیڑے مکوڑوں کا خطرہ نہ رہے۔ مگر
اب رات کافی گزر چکی تھی۔ اندھیرا خوب گہرا ہو گیا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ
سجھائی نہ دیتا تھا۔ اس نے سوچا کہ رات کسی کی حویلی یا بڑے گھر کے
صحن یا ڈیوڑھی میں بسر کرنی چاہیے۔ وہ ایک بار پھر بستی کی طرف آ گئی
اور جاگیر دار کے محل کے ساتھ والے مکانوں کے آگے سے گزرنے
لگی۔ وہ گھوڑے پر بیٹھی قدم قدم چل رہی تھی۔

ایک حویلی کی ڈیوڑھی میں اسے روشنی دکھائی دی۔ اس نے
ڈیوڑھی میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں ایک بوڑھا آدمی بوریا اوڑھے
سو رہا تھا۔ ماریا کے خیال میں اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہ ہو سکتی تھی۔
اس نے گھوڑے پر سے اتر کر اسے ڈیوڑھی میں ایک طرف باندھا اور
خود ایک طرف لیٹ گئی۔ سخت تھکاوٹ کی وجہ سے اسے لیٹتے ہی نیند
آ گئی۔ صبح کے وقت بھی وہ سوئی رہی۔ وہ گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی
کہ دن نکلنے پر بوڑھا چوکیدار بیدار ہو گیا۔ اس نے اٹھ کر جو ڈیوڑھی
میں ایک طرف سفید گھوڑا بندھا ہوا دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ یا خدا یہ
راتوں رات سفید گھوڑا کہاں سے آ گیا؟ اس نے گھوڑے کی گردن پر
ہاتھ رکھا تو گھوڑا زور سے ہنہنایا۔۔ اس آواز سے ماریا کی آنکھ کھل
گئی۔ اس نے دیکھا کہ بوڑھا چوکیدار حیرانی سے گھوڑے کو دیکھ رہا
ہے گھوڑے کی آواز سن کر حویلی کا مالک بھی نیچے آ گیا۔

"یہ گھوڑا کہاں سے آیا؟ کون لایا ہے اسے؟"

چوکیدار نے کہا:

"سرکار مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں رات کو سو رہا تھا۔ صبح اٹھا ہوں تو
یہ گھوڑا یہاں بندھا ہوا تھا۔"

"کمال ہے اسے یہاں کون باندھ گیا؟" مالک نے گھوڑے کو اچھی طرح دیکھ کر کہا: "بڑی اعلیٰ نسل کا گھوڑا ہے۔ اسے دیوتاؤں نے میری سواری کے لیے دیا ہے۔ بس اسے قابو کر کے رکھو۔ یہ گھوڑا یہاں سے جانے نہ پائے۔ میں ہر روز اس پر سوار ہو کر اپنی زمینوں پر جایا کروں گا۔ میرے اصطبل میں تو اس قسم کا ایک بھی گھوڑا نہیں ہے۔"

ماریا ذرا پرے کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی؛ گویا یہ حویلی کا مالک بھی کوئی جاگیردار قسم کا آدمی تھا اور اس کے گھوڑے پر ناجائز طور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ماریا دل میں بڑا ہنسی کہ اس بستی کے سارے جاگیردار دوسروں کا حق مارتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ ذرا اس چھوٹے جاگیردار کو بھی اس کے لالچ کا تھوڑا سا مزہ چکھانا چاہیے۔ اس نے آگے بڑھ کر چھوٹے جاگیردار کی قمیض پیچھے سے کھینچ لی۔ وہ ہڑبڑا کر مڑا۔ اس نوکر کے منہ پر زور سے طمانچہ مار دیا۔

"کم بخت مجھ سے مذاق کرتا ہے؟"

ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ اس نے نوکر بے چارے کو کیوں مارا؟ ماریا نے ایک زوردار طمانچہ چھوٹے جاگیردار کے منہ پر جڑ دیا۔ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر تکنے لگا۔ کیونکہ نوکر اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس کا ہاتھ بالکل نہیں اٹھا تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ماریا نے دوسرا طمانچہ جڑ دیا۔ چھوٹا جاگیردار ڈیوڑھی سے دم دبا کر بھاگ گیا۔ ماریا اچک کر گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ اس کے سوار ہوتے ہی گھوڑا غائب ہو گیا۔ بوڑھے چوکیدار نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا کہ گھوڑا کہاں چلا گیا۔ ماریا سیدھی جاگیردار کے طویلے میں آئی۔ یہاں اس کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ماریا نے سارے گھوڑے ایک ایک کر کے کھول دیے اور انہیں مار مار کر وہاں سے بھگا دیا۔ جاگیردار نے

بے شمار طوطے' کبوتر اور چڑیاں پنجروں میں قید کر رکھی تھیں۔ ماریا نے سب کے پنجرے کھول دیے۔ سارے طوطے' کبوتر اور چڑیاں پھر پھر کرتی اڑ گئیں۔

ماریا کو بڑی خوشی ہوئی کہ اس نے بے چارے معصوم پرندوں کو جاگیردار کی قید سے آزاد کرا دیا ہے۔ اب دن کافی نکل آیا تھا۔ ماریا سفید گھوڑے پر سوار بستی سے نکل کر بڑی سڑک پر آ گئی اور چین کے دارالحکومت کی طرف اس نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ عنبر اور ناگ کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کوئی معمولی سی خبر بھی اسے نہیں تھی کہ اس کے بھائی کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ویسے اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ چین کے دارالحکومت کیتھے میں ہی ہیں اور بڑے خوش حال ہیں۔

ادھر ارژنگ کی دکان چل نکلی تھی۔ ایک ہفتے میں ہی وہ سارے علاقے میں بڑا مشہور ہو گیا تھا پہلے ہی سے اسے سانپوں کا تجربہ تھا۔ وہ سانپ کے زہر کا علاج کر لیا کرتا تھا؛ چنانچہ اس کے پاس سانپ کے کاٹے کے جتنے مریض آئے اس نے انہیں تندرست کر کے واپس بھیجا۔ اس کی وجہ سے ارژنگ کی شہرت سارے شہر میں پھیل گئی۔ دور دور سے لوگ اس کے پاس علاج کے لیے آنے لگے۔ اس نے بھی اپنے پر پرزے پھیلا شروع کر دیے۔ اس نے شہر کی سب سے مکار عورت کمالا کو اپنے ہاں نوکر رکھ لیا۔ اس عورت کو اس نے اپنا راز دار بنا لیا۔ اسے بتا دیا کہ وہ ایک بہت بڑا کام کرنے والا ہے اور اگر اس نے ارژنگ کا ساتھ دیا تو وہ اسے ہیرو جواہر سے مالا مال کر دے گا۔ کمالا بڑی لالچی عورت تھی۔ جب ارژنگ نے اسے بتایا کہ وہ ولی عہد شہزادے کو سانپ کے زہر سے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو وہ کانپ گئی۔

مگر جب ارژنگ نے اسے سونے چاندی کا لالچ دیا تو وہ راضی

ہو گئی۔ کمالا نے ارژنگ کو ایک بھیانک ترکیب بتائی۔

”سنو ارژنگ! اگر تم سانپ لے کر محل میں گئے تو پکڑے جاؤ گے۔ میں کسی طرح محل میں جا کر ملکہ چین تک رسائی حاصل کرتی ہوں۔ تم پہلے ایک بانسری لاؤ اور اپنے سب سے زہریلے سانپ کو اس بانسری کی آواز پر لگا دو۔ سانپ کو ایسی مشق کراؤ کہ جب وہ بانسری سنائی دے تو وہ اپنی پٹاری سے نکل کر بانسری بجانے والے کی طرف رینگنا شروع کر دے۔ پھر اس کے پاس پہنچ کر اسے ڈس دے۔ جب سانپ کو پوری مشق کرا دی جائے گی تو میں وہ بانسری لے کر ملکہ چین کے محل میں پہنچ جاؤں گی اور وہ بانسری ولی عہد شہزادے کے پاس بیٹھ کر بجایا کروں گی۔ بلکہ یہ سمجھے گی کہ میں شہزادے کا دل بہلا رہی ہوں۔ پھر ایک روز تم سانپ کو محل کے باہر چھوڑ جانا۔ میں بانسری بجاؤں گی۔ سانپ شہزادے کے کمرے میں آئے گا تو میں بانسری اس کے پاس چھوڑ کر باہر بھاگ آؤں گی۔ بس پھر سانپ شہزادے کا خود بخود کام تمام کر دے گا۔“

ارژنگ کو کمالا کی یہ ترکیب اس قدر پسند آئی کہ وہ اس کی عقل اور دانش مندی پر حیران ہو کر رہ گیا۔ اس نے اسی وقت شہر جا کر ایک بانسری خریدی اور سب سے زہریلے ناگ کو اس کی آواز پر مشق کرانی شروع کرا دی۔ وہ جس وقت بانسری بجاتا۔ سانپ پٹاری میں سے نکل کر اس کی طرف آنا شروع ہو جاتا۔

☆ شہزادے کو سانپ کے ڈسنے کے بعد ناگ نے شہزادے کا زہر

چوس لیا۔ عین اسی موقعہ پر جاسوسہ ورشا اور ارژنگ بھی پکڑے گئے۔

☆ورشا کو غار میں قید کر دیا گیا اور وہ فرار ہونے میں کیسے کامیاب ہوئی۔

☆عنبر اور ماریا نے کیا کارنامہ انجام دیا۔

☆ایک قبر میں رات کو دھواں نکلتا ہے اور پھر ایک شیر کی خوفناک دھاڑ۔

یہ سب کچھ کیا تھا

جاننے کے لیے اسی ناول کی اگلی سیریز کے پچسویں (25) حصے

''قاتل کی تلاش'' میں ملاحظہ کیجیے۔

چوس لیا۔ عین اسی موقعہ پر جاسوس ورشا اور ارژنگ بھی پکڑے گئے۔

☆ورشا کو غار میں قید کر دیا گیا اور وہ فرار ہونے میں کیسے کامیاب ہوئی۔

☆عنبر اور ماریا نے کیا کارنامہ انجام دیا۔

☆ایک قبر میں رات کو دھواں نکلتا ہے اور پھر ایک شیر کی خوفناک دھاڑ۔

یہ سب کچھ کیا تھا

جاننے کے لیے اسی ناول کی اگلی سیریز کے پچیسویں (25) حصے ''قاتل کی تلاش'' میں ملاحظہ کیجیے۔

چوس لیا۔ عین اسی موقعہ پر جاسوس ورشا اور ارژنگ بھی پکڑے گئے۔

☆ ورشا کو غار میں قید کر دیا گیا اور وہ فرار ہونے میں کیسے کامیاب ہوئی۔

☆ عنبر اور ماریا نے کیا کارنامہ انجام دیا۔

☆ ایک قبر میں رات کو دھواں نکلتا ہے اور پھر ایک شیر کی خوفناک دھاڑ۔

یہ سب کچھ کیا تھا

جاننے کے لیے اسی ناول کی اگلی سیریز کے پچسویں (25) حصے ''قاتل کی تلاش'' میں ملاحظہ کیجیے۔

چوس لیا۔ عین اسی موقعہ پر جاسوس ورشا اور ارژنگ بھی پکڑے گئے۔

☆ورشا کو غار میں قید کر دیا گیا اور وہ فرار ہونے میں کیسے کامیاب ہوئی۔

☆عنبر اور ماریا نے کیا کارنامہ انجام دیا۔

☆ایک قبر میں رات کو دھواں نکلتا ہے اور پھر ایک شیر کی خوفناک دھاڑ۔

یہ سب کچھ کیا تھا

جاننے کے لیے اسی ناول کی اگلی سیریز کے پچسویں (25) حصے ''قاتل کی تلاش'' میں ملاحظہ کیجیے۔

چوس لیا۔ عین اسی موقعہ پر جاسوس ورشا اور ارژنگ بھی پکڑے گئے۔

☆ ورشا کو غار میں قید کر دیا گیا اور وہ فرار ہونے میں کیسے کامیاب ہوئی۔

☆ عنبر اور ماریا نے کیا کارنامہ انجام دیا۔

☆ ایک قبر میں رات کو دھواں نکلتا ہے اور پھر ایک شیر کی خوفناک دھاڑ۔

یہ سب کچھ کیا تھا

جاننے کے لیے اسی ناول کی اگلی سیریز کے پچسویں (25) حصے ''قاتل کی تلاش'' میں ملاحظہ کیجیے۔

ہو گئی۔ کمالا نے ارژنگ کو ایک بھیانک ترکیب بتائی۔

"سنو ارژنگ! اگر تم سانپ لے کر محل میں گئے تو پکڑے جاؤ گے۔ میں کسی طرح محل میں جا کر ملکہ چین تک رسائی حاصل کرتی ہوں۔ تم پہلے ایک بانسری لاؤ اور اپنے سب سے زہریلے سانپ کو اس بانسری کی آواز پر لگا دو۔ سانپ کو ایسی مشق کراؤ کہ جب وہ بانسری سنائی دے تو وہ اپنی پٹاری سے نکل کر بانسری بجانے والے کی طرف رینگنا شروع کر دے۔ پھر اس کے پاس پہنچ کر اسے ڈس دے۔ جب سانپ کو پوری مشق کرا دی جائے گی تو میں وہ بانسری لے کر ملکہ چین کے محل میں پہنچ جاؤں گی اور وہ بانسری ولی عہد شہزادے کے پاس بیٹھ کر بجایا کروں گی۔ بلکہ یہ سمجھے گی کہ میں شہزادے کا دل بہلا رہی ہوں۔ پھر ایک روز تم سانپ کو محل کے باہر چھوڑ جانا۔ میں بانسری بجاؤں گی۔ سانپ شہزادے کے کمرے میں آئے گا تو میں بانسری اس کے پاس چھوڑ کر باہر بھاگ آؤں گی۔ بس پھر سانپ شہزادے کا خود بخود کام تمام کر دے گا۔"

ارژنگ کو کمالا کی یہ ترکیب اس قدر پسند آئی کہ وہ اس کی عقل اور دانش مندی پر حیران ہو کر رہ گیا۔ اس نے اسی وقت شہر جا کر ایک بانسری خریدی اور سب سے زہریلے ناگ کو اس کی آواز پر مشق کرانی شروع کرا دی۔ وہ جس وقت بانسری بجاتا۔ سانپ پٹاری میں سے نکل کر اس کی طرف آنا شروع ہو جاتا۔

☆ شہزادے کو سانپ کے ڈسنے کے بعد ناگ نے شہزادے کا زہر